بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے چھیالیس سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

545
صفر، ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
جنوری 2011

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماهنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 46
شمارہ نمبر ---- 04
صفر/ربیع الاول -- ۱۴۳۲ھ
جنوری ---- ۲۰۱۱ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: دیوبند اور دیوبندیت کیا تھی اور اب ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ...... حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب ۲

شذرات: عالم عرب میں گونجتی بلالی اذان سے امید سحر۔ امریکی دہشت گردی لاہور میں کھلی جارحیت اور ہمارے غلام حکمرانوں کا معذرت خواہانہ رویہ۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی رحلت۔ جہاد افغانستان سے وابستہ عظیم مجاہد کرنل امام کی شہادت۔ معروف نعت گو شاعر و ادیب مظفر وارثی کی جدائی ...... راشد الحق سمیع ۸

☆ سنت نبوی ﷺ کی اہمیت اور اسلامی آداب ...... مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۱۴

☆ جمال حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم ...... مولانا حذیفہ وستانوی انڈیا ۲۲

☆ نکتۂ ایماں فقط ہے احترام مصطفیٰ ...... مولانا محمد ابراہیم فانی ۳۷

☆ برصغیر ہند میں دینی نظام تعلیم کے مجدد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ...... مولانا سید ارشد مدنی ۳۸

☆ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا موجودہ حالات پر تازہ ترین انٹرویو ...... جناب محمد عدنان زیب ۴۸

☆ اولیاء اللہ کا خوف ۵۶

☆ افکار و تاثرات بنام مدیر الحق ...... پروفیسر حمد اللہ قریشی ۵۷

☆ دار العلوم کے شب و روز ...... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹

☆ تعارف تبصرہ کتب ...... ادارہ ۶۰

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر 630435-630340(0923)

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

از: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

دیوبند اور دیوبندیت کیا تھی؟
اور اب ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اکابر کے کردار و اہداف کی روشنی میں دیوبندیت کے نام لیوا اپنا جائزہ لیں

''الحق'' کے بانی اور مدیر اعلیٰ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اکابر دیوبند اور دیوبندیت کی تاریخ عظیم اہداف اور اسلاف کے کردار' کرنے کے کام اور منصوبوں پر ایک بڑی موثر جامع تحریر لکھی تھی جو کچھ عرصہ گذرنے کے باوجود قارئین کو بالکل تازہ اور نئی محسوس ہوگی' یہ اکابر کے اختیار کردہ دیوبندی تشخص اور حالات کو سمجھنے میں ان دنوں بہت معاون ہے۔ اسلئے اسے نقش آغاز میں شامل کیا جارہا ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ دیوبندیت کے نام لیواؤں کو اصل دیوبندی تشخص کو بحال کرنا اور اپنے علمی' دینی' سیاسی اور دعوتی کاموں میں دیوبندیت اولیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ اعیدوا الناس الی سیرتھم الاولی کی روشنی میں ہمیں شاہ ولی اللہؒ شاہ عبدالعزیزؒ سید احمد شہیدؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ و دیگر اساطین دیوبند کے متعین کردہ راہ و رسم کو روشن کرنا اور اس پر چلنا ہی ہمیں اور ملک و ملت کو درپیش بحرانوں سے نکال سکتی ہے۔ دیوبندیت کے بنیادی عناصر' توحید باری تعالیٰ' اتباع سنت' مجاہرت بالحق' جابر سلاطین اور جائر حکمرانوں اور لادینی حکمرانوں کے سامنے سینہ سپر ہونا' تصوف و سلوک' تزکیہ نفس اور موعظت و حکمت سے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کی دعوت اپنے رسولؐ کے اسوۂ کو اپناتے ہوئے عفو و درگزر مگر اذا تعدی الحق لم یقم لغضبہ شیء ہیں۔ مگر فی زمانہ علماء دیوبند اور اس سے وابستہ جماعتوں کا نظریاتی تشخص دھندلا چکا ہے اور مفاداتی تشخص کے دبیز پردوں میں چھپ گیا ہے یا گروہی وابستگیوں اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں اور انفرادی وجود کی خودنمائی میں گم ہوگیا ہے۔ صاحب مضمون حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے فکر ونظر اور جہد وعمل کی اولین ترجیح اس وقت دیوبندیت کی اصل تشخص کی بحالی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ہر نجی و اجتماعی محفل و مجلس میں اسی طرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ جمعیۃ کے تازہ پروگرام میں اسے شامل کرا کر ملک کے کے نظریاتی تشخص کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیوبندی تشخص کی بحالی کی دعوت بھی دے رہے ہیں............(راشد الحق سمیع مدیر ''الحق'')

برصغیر کے علمی و دینی اور سیاسی و ملی محسنین جن کے وجود باجود سے برصغیر میں اسلام کی رونق قائم دائم رہی اور جن کی بے مثال اور خیر القرون کی مانند قربانی اور پیہم جہاد سے برصغیر اور بالآخر پوری دنیا میں یورپی سامراج کا جنازہ اٹھا۔ ہمارے ہاں چند مخصوص گروہوں نے موقع بہ موقع ایسے محسن ملک وملت حضرات کے

خلاف کردار کشی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ الحق میں اس پر مختصراً اظہار افسوس بھی کیا گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کسی کی شکوہ وشکایت اور نالہ وشیون کی بنا پر اپنے عزائم مشؤمہ سے کب دست بردار ہو سکتے ہیں؟ ہمیں ٹھوس اور مثبت انداز میں بھی اس معاملہ پر سوچنا چاہیے اور امتداد زمانہ اور خاص ظروف وحالات کی وجہ سے اسلامیان برصغیر کی اپنے محسن اسلاف کے احوال وسوانح اور ان کی عملی، سیاسی وملی کارناموں سے جو غفلت اور بے خبری بڑھتی جارہی ہے، اس کا بھی علاج سوچنا چاہیے، جب خود ہمارے مدارس اور تعلیمی حلقے اپنے قابل فخر اسلاف واکابر کے حالات کارناموں علمی مقام مجاہدانہ کردار اور ان کے افکار ونظریات سے کماحقہٗ باخبر نہ ہوں تو اوروں سے کیا گلہ کیا جائے۔

حسن اتفاق کہ سال رواں میں برصغیر کی اسلامی اور علمی عظمتوں کا امین تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند اپنے صد سالہ دور مکمل ہو جانے پر تعلیمی جشن منانا چاہتا ہے، اس مناسبت سے دیوبندی مسلک ومشرب سے وابستہ تمام حلقوں کا فریضہ ہے۔ کہ موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں سے مسلمانوں کو متعارف کرانے کا بھرپور پروگرام مرتب کرے اور نہ صرف اپنے مدارس، خانقاہوں اور مساجد کی حد تک بلکہ جدید نسل اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقوں تک تعارف کا یہ سلسلہ دراز ہو جب ہم دارالعلوم دیوبند کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد دیوبند کے ایک قصبہ میں واقع ایک جامعہ اور دارالعلوم نہیں بلکہ وہ عظیم الشان مکتب فکر اور بے مثال تحریک ہے جس کا آغاز حضرت حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہاتھوں اٹھارویں صدی کے اوائل میں ہوا یہ وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آخری دور تھا، ایک طرف برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف انگریزوں کی صبح کاذب نمودار ہونے لگی۔ ایسے حالات میں اس مکتب فکر کے بانی (امام شاہ ولی اللہ دہلوی) نے جس ہمہ گیر انقلابی پروگرام کا خاکہ بنایا اس کا عنوان تھا۔ **فک کل نظام** یعنی "جاہلیت پر مبنی ہر فکری، علمی، اقتصادی، معاشی، سیاسی نظام کو تہس نہس کر دو"۔ تحریک دیوبند کا یہی ماٹو بنا اور کفر واستبداد اور جاہلیت وظلم کی ہر نشانی سے جنگ اس کا منشور ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کی اگر دوسرے لفظوں میں تعبیر کی جائے تو وہ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہی الہامی اعلان ہی ہوسکتا ہے کہ **فک کل نظام**۔ تعلیم ومعاش اخلاق وسماج کے ہر ہر شعبہ میں ہمہ گیر انقلاب، حضرت شاہ ولی اللہ نے اولاً تعلیم ہی کے ذریعہ اس انقلاب کو منتقل کیا، پھر ان کے فرزند اور جانشین نے پچاس سال تک انقلاب کے اس پودے کی آبیاری کی اور امیر المومنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی شکل میں یہ پودا تناور درخت بن گیا، اور اسکے ثمرات سے برصغیر کا مشرق ومغرب مالا مال ہونے لگ گیا۔ **اصلها ثابت وفرعها فی السماء** ۔ گویا سید

شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اس انقلابی خاکہ میں عملی رنگ بھر دیا اور بالآخر انقلاب کا یہ سارا پروگرام تعلیمی، عملی، سماجی، سیاسی، تجربہ گاہوں سے گذرتے ہوئے اور جہاد وجہد کی بھٹیوں میں کندن بنتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی شکل اختیار کر گیا۔ دیوبند کے مقدس بانیوںؒ نے اپنے ان انقلابی اساتذہ سے وہ سب کچھ اپنے وجود میں جذب کرلیا تھا، جو امام انقلاب دہلویؒ سے لیکر سید احمد شہیدؒ تک چاہتے تھے۔

شاہ ولی اللہ کا تفکر وتدبر شاہ عبدالعزیزؒ کا سوز دروں وعظ وتدریس اور تعلیم کے ذریعہ مقصد کی طرف پیش قدمی، انتھک اور مسلسل جدوجہد، سید احمد شہیدؒ کی جہاد وعزیمت، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی حمیت وصلابت، مجاہدین ستھانہ و یاغستان کی سرمستی وجان سپاری، علماء صادق پور کی سرفروشی، حاجی امداداللہ کی زہد وروحانیت رشید احمد گنگوہیؒ کی تبحر وفقاہت اور محمد قاسم نانوتویؒ کی نبوغ وعبقریت، ان تمام خصائص اور امتیازات نے مل کر جو مجموعی پیکر اختیار کیا اسکی تعبیر دارالعلوم دیوبند کے نام سے کی جانے لگی۔ دعوت وعزیمت کے یہ اساطین آسمان رشد وہدایت اور دائرۂ تجدید دین کے آفتاب وماہتاب تھے اور اب ان ائمہ تجدید کی صلاحیتوں اور کاوشوں کا اجتماعی ظہور دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ہو کر اسے جامع المجددین کا مقام فاخرہ دے گیا۔

اس مقام دعوت وتجدید کی ذمہ داری صرف یہ نہ تھی کہ ملک اس اجنبی کافر طاقت کے پنجۂ استبداد سے نجات پالے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں انسانیت کی اعلیٰ وارفع قدروں کا دشمن بن کر طوفان کی طرح چھا گیا تھا۔ بلکہ یورپ کے اس منحوس سامراج کے اقتدار وتغلب کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کو اس کے ملعون ومغضوب تہذیب وتمدن، خدا بیزار مغربیت سے بھی محفوظ رکھنا تھا، اور اس کے ساتھ تعلیمی، معاشی اور اخلاقی ہمہ گیر انقلاب سے عالم انسانیت کو سرخرو کرنا بھی، یہ کتنا ہمہ گیر آفاقی اور کٹھن پروگرام تھا؟ محدود ومادی اغراض کے انقلابی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ پروگرام کی ایک کڑی تو مکمل ہوگئی، انگریز کو خائب وخاسر ہو کر نکلنا پڑا اور برصغیر کی آزادی کے نتیجہ میں جیسا کہ ہمارے انقلابی اکابر کا اندازہ تھا سارے ایشیا میں برٹش سامراج کا جنازہ اٹھنے لگ گیا، مگر یہ تو حصول مقصد کا ایک ذریعہ تھا ہمہ گیر انقلاب کیلئے پہلے دشمن کو نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر مقاصد کیطرف پیش رفت ہوتی ہے۔ انگریز تو نکل گیا، مگر بدقسمتی سے مغرب کی جگہ مغربیت نے لے لی اور اب مغربیت کا عفریت مسلمانوں کی تہذیبی، معاشرتی، تمدنی، ثقافتی قدروں کو بری طرح روندنے لگا۔

مفکر اسلام شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہمہ گیر انقلابی پروگرام اور سید احمد شہیدؒ کے متاع بے بہا کو لیکر علماء دیوبند کا قافلہ ایک صدی سے زائد مدت کی مسافت طے کر چکا ہے۔ اس رواں دواں قافلے کا مقصود ومطلوب خدا کے آخری نظام حیات کو رائج کرنے کے علاوہ ہر باطل انقلاب سے برسر پیکار ہو کر اسلام کی ابدی صداقتوں

کو ہر شعبۂ حیات میں دائم وقائم رکھنا بھی ہے۔ برصغیر سے ایک اجنبی کافر طاقت کا اخراج مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ایک ذریعہ تھا۔ جہاد آزادی وحریت کے ساتھ ساتھ ان کی خدمات اور اهداف ومقاصد کا سلسلہ اتنا وسیع اور دراز ہے کہ جس کا استقصاء نہیں کیا جاسکتا۔ جہاد وسیاست کے میدان میں یہ سرخیل رہے۔ اسلامی معاشرت وتمدن کی نشو ونما اور حفظ وبقاء کے کام میں ایک ایک سنت کیلئے کبھی کبھار پوری زندگی قربان کردی گئی، اعداء اسلام اور فرق باطلہ کے استیصال اور تعاقب میں یہ لوگ آخری سرحدوں سے دشمن کو نکال کر دم لیتے تھے۔ برصغیر میں عیسائیت کی اولین یلغار کے سامنے فولادی دیوار بن گئے۔ تجدد، ماڈرن ازم اور نیچریت کا فتنہ اٹھا تو یہی لوگ تھے جو میدان میں آئے، تو اس کے خلاف ملائیت اور دقیانوسیت کی طنز وتشنیع اور ہر طرح کے مذاق کو سہتے ہوئے یہی جماعت تھی جو پوری جرأت سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سینہ سپر ہوگئی۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کو ''کالا انگریز'' بن جانے سے روک دیا ورنہ ''مصلحین'' کی صلح جوئیوں کے نتیجہ میں آج لارڈ میکالے کی حسرت پوری ہوچکی ہوتی اور برصغیر کا ہر باسی دل ودماغ سے انگریز اور عیسائی ہوتا۔ صرف شکل وشباہت ہندوستانی رہ گئی ہوتی۔ آریہ سماج اور ہندویت کا بت توڑنے کیلئے یہی لوگ قریہ قریہ، بستی بستی مناظروں اور مباحثوں کی شکل میں پھیل گئے۔ جعلی استعماری نبوت ''قادیانیت'' کی متعفن لاش کو ٹھکانے لگانے میں اس طبقہ کا تقریباً صدی بھر جہد مسلسل شامل ہے۔ مذہب بیزار اور خدا بیزار مادی تعلیم کا طوفان اٹھا تو اس جماعت نے بے سروسامانی اور بے کسی کے باوجود اسلامی علوم وفنون اور دینی تعلیم کیلئے ایک پورا متوازی نظام قائم کردیا اور نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی قرآن وسنت کی نشرگاہیں اور انسانیت کی تربیت گاہیں قائم کیں، اسلام کی تشریح وترجمانی اور علوم اسلامیہ کی ترویج وفروغ میں قرطاس وقلم کے ذریعہ جو عظیم سرمایہ فراہم کیا گیا اسکی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ مرتب ومدون نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کو نہ ہوسکا، ورنہ اگر علماء دیوبند کی تصانیف اور کتابوں کا کیٹلاگ مرتب ہوجائے تو بلا مبالغہ اور محتاط جائزے کی بناء پر تصانیف علماء دیوبند کی فہرست اور اجمالی تعارف سے بھی کشف الظنون للچلپی اور ابن ندیم کی الفہرست سے بڑھ کر ایک ضخیم کتاب مرتب ہوجائے، افسوس کہ اس کام کیطرف بہت پہلے توجہ دی جانی چاہئے تھی مگر ایسا نہ ہوسکا۔ فضلاء وعلماء دیوبند اور دیوبند کے بالواسطہ یا بلاواسطہ علماء کی چھوٹی بڑی تصانیف اور مولفات شروح وتراجم (جن کا سلسلہ پاک وہند وبنگلہ دیش کے علاوہ افغانستان، مشرق بعید، مشرق وسطی تک دراز ہے) کی ایک مکمل اور مفصل فہرست ضروری کوائف (مصنف، کتاب، موضوع، زبان، صفحات، سائز اور ناشر وغیرہ) کے ساتھ مدون کرانا وقت کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے نہ صرف اپنوں بلکہ یورپ کے مستشرقین کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی کہ اس جماعت نے بے

سروسامانی اور تنظیم کے بغیر علمی اور اسلامی لٹریچر میں کتنا عظیم اضافہ کیا۔ ناچیز کا ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ اس صدی سوا صدی میں دنیا بھر میں علماء دیو بند کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جائے گی، اس عظیم کام کی تدوین وترتیب اور احاطہ واستقصاء کیلئے بہت بڑے وسائل، رجال کار اور ایک عظیم اکیڈمی کی ضرورت ہے اور معلومات کی فراہمی میں پورے دیوبندی مکتب فکر بلکہ علمی ذوق رکھنے والے ہر علم دوست انسان کے تعاون کی بھی کہ وہ اپنی حد تک چھوٹی بڑی ایسی تمام کتابوں کا سروے کر کے اس ادارہ کو صحیح معلومات فراہم کریں، ایسے دائرۃ المعارف اور دیوبندی کتب کے انسائیکلوپیڈیا کے سامنے آجانے سے دیوبندی مکتب فکر کے طلباء اور اہل علم کو اپنے عظیم اسلاف کے علمی وفکری کام سے تعارف بھی ہو جائے گا اور احساس کمتری کے تمام پردے بھی ہٹ جائیں گے۔ کاش! ایک پورا ادارہ اس کام میں لگ جاتا لیکن ادارہ نہ ہو تو کیا افراد کی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں ہماری تاریخ ایسے افراد سے بھی تو بھری ہوئی ہے۔ جنہوں نے ایک ذات سے پوری اکیڈمیوں کا کام کیا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اور طلب وجستجوئے صادق اور جوش عمل کا سرمایہ بھی ساتھ ہو۔ گو احقر ان تمام معنوی وظاہری وسائل سے یکسر عاری ہے اور بے مائیگی علم وعمل کے ساتھ نہایت کثیر الاشغال بھی مگر توکلا علی اللہ تصانیف علماء دیوبند کی ایک جامع فہرست کی جمع وتدوین کا کام ابتدائی طور پر شروع کرا دیا گیا ہے۔ اس پہلے مرحلہ میں پورے طبقہ اور جماعت کا فریضہ اپنے طور پر معلومات کی فراہمی کا ہے۔ بالخصوص بھارت بنگلہ دیش افغانستان عالم عرب، افریقہ اور مشرق بعید میں پھیلے ہوئے علماء وفضلاء دیوبند اور ان کے گونا گوں قومی وعلاقائی زبانوں میں تصانیف کے بارہ میں معلومات کو سمیٹنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں اور بھرپور تعاون کا محتاج ہے۔ ــــ بہرحال یہ تو ویسے ایک ضمنی بات تھی جو برسبیل تذکرہ آگئی، یہی حال علماء دیوبند کی نگرانی ادارت اور سرپرستی یا اُن کے قلم سے جاری ہونے والے ماہنامہ سہ ماہی، پندرہ روزہ، ہفت روزہ، روزنامہ اخبارات وجرائد اور مجلات کا ہے۔ جو لوگ علماء دیوبند کو تحریر وصحافت کے نام سے نا آشنا قرار دیتے ہیں، اگر اس صدی میں علماء دیوبند کی صحافتی خدمات کی تاریخ اور دیوبندی علماء واہل قلم کے مجلات ورسائل کا ایک جائزہ مرتب کیا جائے تو یہ بات بہت لوگوں کیلئے موجب حیرت ہوگی کہ یہ فہرست پانچ چھ سو سے کم نہ ہو گی۔ یہ تو کام کے کچھ رُخ تھے، رہ گئے رجال کار اور شخصیات تو ان میں سے کتنے ہیں جن کی زندگی، خدمات اور آثار کیلئے کئی کئی اکیڈمیاں ناکافی ہیں، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہندؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، اور بے شمار اعیان واساطین ہیں جن کے علوم ومعارف اور خدمات سے موجودہ دور کی نئی نسل کو فکری وعملی میدانوں میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ بانی دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے

علوم ومعارف اور اسلام کی ترجمانی اور دفاع کے لحاظ سے ایک نئے علم کلام کے بانی سمجھے جاتے ہیں، ایک عظیم عالم کی زبان میں انہوں نے آنے والے کئی سو سال تک اسلام کو دشمنانِ اسلام کے علمی وفکری حملوں سے محفوظ کر دیا، جہاد کے میدان میں کمانڈر انچیف کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں احیاءِ سنت کے لئے وہ عہد صحابہؓ جیسی مثالیں پیش کرتے ہیں، سادگی فنائیت عظمت اخلاق میں وہ خیر القرون جیسی معیاری زندگی رکھتے ہیں مگر ہمارے مدارس عربیہ میں کتنے علماء اساتذہ اور طلبہ ہیں؟ جنہیں اپنے اس حجۃ الاسلامؒ کے علوم واحوال کا علم ہے، کتنے طلبہ ہیں جنہیں ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف حکیم الامۃ کی دو ایک کتابوں کے مطالعہ کا بھی اتفاق نہیں ہوا کتنے اخلاص وحمیت سے سرشار فعال اور پُرجوش کارکن ہیں جنہیں شیخ الہندؒ کی ہمہ گیر بین الاقوامی تحریک کا کوئی ایک گوشہ بھی معلوم نہیں۔

اسوقت حقیقی کام یہی ہے کہ دیوبند کے کام اور مقاصد سے اپنوں اور پرایوں کو آگاہ کیا جائے، بھارت غیروں کا ملک ہے وہاں مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر سیمینار ہورہے ہیں۔ وہاں کے ریڈیو اور ذرائع ابلاغ سے مستقل پروگرام اور فیچر نشر ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں اس محاذ پر جمود اور سکوت مرگ ہے۔ اس جرم کے شکوے کی سزا بھی مرگ مفاجات سے کم نہیں، مگر کیا اپنے طور پر ہم کچھ نہیں کرسکتے؟ مدارس کے طلباء کیلئے اس موضوع پر ایک اضافی پرچہ شامل کرانا چاہئے اپنے اکابرؒ کے علوم پر مقالات مرتب کرواسکتے ہیں۔ توسیعی لیکچر دیئے جاسکتے ہیں، مدارس اور کالجوں میں ہمارے طلبہ کی تنظیمیں معلوماتی تقریبات منعقد کرسکتی ہیں۔ اپنے وسائل اور رسوخ کے دائرہ میں اخبارات وجرائد میں مضامین لکھ سکتے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ افراد تنظیمیں اور جماعتیں ملک بھر میں تعارفی سیمینار منعقد کراسکتے ہیں، اسی طرح عالم عرب کو اکابر علماء دیوبند کے علوم ومعارف سے روشناس کرانے کیلئے بڑی سطح پر کام کی ضرورت ہے یہ کام عربی رسائل اور مجلات کے ذریعہ بھی ہوسکتا تھا، مگر بدقسمتی سے پورے پاکستان سے ایک بھی عربی پرچہ نہیں نکل رہا جو ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اب ایک طویل غفلت کے بعد مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے الداعی کے نام سے ایک پندرہ روزہ جریدہ شائع ہونے لگ گیا ہے جو بسا غنیمت ہے۔ بہرحال یہ اور اس طرح کے بیشمار کاموں کے شعبے اور زاویے ہیں جن پر فکروعمل کی صلاحیتیں مرکوز کرنی چاہئیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ سمیع الحق

شذرات مولانا راشد الحق سمیع

عالم عرب میں گونجتی بلالی اذان سے امیدِ سحر

خلیفۃ المسلمین امام عادل حضرت عمر فاروق ؓ فاتح مصر (جن کے عہد مبارک میں عمرو بن العاص ؓ نے ان کے حکم اور مشوروں سے مصر کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا) نے ایسے ہی ایک موقع پر فرمایا تھا کہ "ماؤں نے تو انسانوں کو آزاد جنا تھا تم نے کب سے ان کو غلام بنانا شروع کر دیا ہے۔" (**ولقد ولدتھم امھاتھم احراراً**) بدقسمتی سے عرب حکمرانوں نے اس عظیم نصیحت اور اس اہم پیغام کو نہ سمجھا اور نا ہی اس پر کبھی عمل کیا۔ عربوں نے مختلف مغربی سامراجوں سے آزادی حاصل تو کر لی تھی لیکن اُس سے زیادہ جبر و تسلط ان پر اپنے نام نہاد مسلم اور عرب حکمرانوں نے مسلط کیا۔ اور ان بیچاروں نے آزادی حاصل کرنے کے باوجود غلامی کی ایک ایسی شب گزیدہ سحر کو اپنے منتظر پایا جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا اور نہ ہی اس دوسری غلامی کے لئے انہوں نے آگ و خون کے دریا پار کئے تھے۔ بدقسمتی سے استعماریت اور استبداد کے سمندر کو پار کرنے کے بعد ان کے سامنے دوسرا سمندر ان تھکے ماندوں کے صبر و ہمت کو آزمانے کے لئے سامنے کھڑا تھا۔

مصر، تیونس، الجزائر، لیبیا، شام، مراکش، اردن، یمن اور دیگر عرب ریاستیں آزادی کے بعد بھی مغربی استعمار اور اس کے پروردہ ایجنٹوں کے ہاتھوں اب تک یرغمال بنے ہوئے ہیں۔ ان ممالک کے گونگے صفت انسانوں کے ہونٹ نصف صدی سے جلاد صفت حکمرانوں نے ریاستی غنڈہ گردی کے زور پر سیئے ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کے افکار و خیالات اور قلم و قرطاس پر بھی ایسے کڑے پہرے تھے کہ کوئی مردِ حُر جرات اظہار تو کیا فکر و تصور میں بھی اصلاح و تنقید اور سیاسی رائے یا اختلاف کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ وہی پرانی زمانہ جاہلیت کی خو بو ان حکمرانوں میں رچ بس چکی ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے عیاش حکمرانوں کی ظالمانہ طرز حکمرانی اور اپنی رعایا کو بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھنا اور ہانکنا ان کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ ان دنوں پورا عرب معاشرہ خفیہ ایجنسیوں اور پولیس اسٹیٹ میں گھرا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ بلا مبالغہ کئی ممالک میں تو میاں بیوی بھی مختلف ایجنسیوں کیلئے کام کر رہے ہوتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ایک دوسرے کی بھی ہر وقت مخبری اور ٹوہ میں رہتے ہیں۔ گلیوں، محلوں، مسجدوں، خانقاہوں، تعلیمی اداروں، دیہاتوں، شہروں اور زندگی کے ہر شعبے میں روزانہ کی بنیاد پر رپورٹس تیار ہو کر حکمرانوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ ان "مسلم عرب" ریاستوں میں ظلم و جبر دیندار طبقے پر ان پچاس برسوں میں ڈھائے گئے ہیں۔ دینی اور سیاسی تحریکات کا حصہ بننا تو در کنار پانچ وقت کا پابند نمازی بننا بھی ان ریاستوں میں ہمیشہ حکمرانوں کی نظر میں بنیاد پرستی کا سمبل حکومتوں اور ان کے لادین سیاسی مقاصد کیلئے بڑے خطرے کی علامت گردانا گیا ہے۔ نوجوان اور اس کی داڑھی تو ایک ایسا ناقابل معافی جرم بن چکا ہے کہ

ایسے فرد کی تو کیا بلکہ پورے خاندان کی اس سے شامت آجاتی جس کے خاندان میں کوئی عرب نوجوان اس قسم کی ''دقیانوسی'' حرکت کرتا۔ اسی لئے ان تمام ممالک میں محدثین' علماء' اور خصوصاً ائمہ مساجد داڑھی مونچھوں کے بغیر یعنی کلین شیو اور اکثر تھری پیس سوٹ میں ملبوس نمازیں پڑھاتے ہیں۔ یہی ان تمام ممالک کا مشترکہ منشور اور طرزِ حکومت ہے۔ (ان ممالک کے ساتھ کسی نہ کسی طور پر وابستہ افراد راقم کے کسی ایک لفظ کو بھی جھٹلا نہیں سکتے چونکہ راقم دوران تعلیم مصر اور دیگر عرب ممالک میں قیام پذیر رہ کر گہرا مشاہدہ و تجربہ حاصل کر چکا ہے)

دریائے نیل کی خاموش یخ بستہ' سکوں پرور لہروں میں ان دنوں ایک ایسا تلاطم خیز طوفان پل رہا ہے جس کے سامنے عصرِ حاضر کا فرعون ثانی عوامی انقلاب کے بحر احمر میں ان شاء اللہ غرق ہونے والا ہے اور جبر و تسلط کا ابوالہول اور نخوت و تکبر اور عہد فسطائیت کا اہرام عنقریب ڈھنے والا ہے۔ تیونس کے پڑھے لکھے بیروزگار نوجوان محمد البوعزیزی کے جسم سے جو شعلے اور چنگاریاں مجبوری اور بیچارگی کے باعث اٹھی تھیں یقیناً اسی شعلہ جوالہ سے عرب حکمرانوں کے محلات سے اب دھواں اور شعلے اٹھنا شروع ہوئے ہیں خصوصاً سرزمین مصر کا دریائے نیل آگ کا سمندر حکمرانوں اور ان کے غلیظ نظام حکومت اسرائیل وامریکہ کے لئے بن چکا ہے اور عصائے موسیٰ سامری ءجدید کے دہائیوں سے مسلط کردہ نظام حکومت کو مسلسل پے درپے ضربوں سے چکنا چور کر رہا ہے۔ سامری اور اس کے حواری عہد جدید کے تمام شیطانی جادو ٹونے اور ابلیسی چالوں اور سیاسی حیلوں سے عوام الناس کو بہلانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں لیکن خلق خدا جواب نقارہ خدا بن چکا ہے اور ان کی روح پرور انقلابی گونج اور بلالی اذان سے پورا کرۂ ارض لرز رہا ہے۔ وائٹ ہاؤس اور تل ابیب' لندن و فرانس کے شاہی محلات کے کھنگرے اور فانوس دریائے نیل کی اٹھتی موجوں کے باعث ہل رہے ہیں۔ امریکہ اور مغرب جو نصف صدی سے عالم عرب میں پورے ایک شیطانی نظام اور اپنے ایجنٹ مسلط کر چکے تھے' اب اس تازہ تحریک آزادی اور صبح بیداری کے باعث ہڑبڑا رہے ہیں' ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ خوابیدہ مسلمانوں میں کہاں سے غیرت ایمانی دوبارہ زندہ ہوگئی ہے؟ اور ان کے بچھائے ہوئے مظالم کے مکروہ جال کا ایک ایک حلقہ محمد البوعزیزی اور اس کے دوسرے انقلابی چند نوجوانوں کے انقلاب آفریں نعروں کے باعث آئے روز ٹوٹ رہا ہے۔ خلق خدا کو نطق اور اظہارِ رائے اور برسوں سے سلے ہوئے ہونٹ اور خشک گلوں سے وہ سب کچھ حکمرانوں کے خلاف اگل رہے ہیں جو دہائیوں پر مشتمل مہر خاموشی کے باعث نہ کہہ سکتے تھے' یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ مصر میں کروڑوں انسانوں کو حسنی مبارک اور اس کے پیشروؤں نے زندہ درگور کی ہوئی ممیاں بنا دیا تھا۔ اور ان کے منہ اور چہروں پر ظلم اور جبر کی پٹیاں باندھ دی تھیں۔ الحمد للہ کہ مصری نوجوانوں اور اخوان المسلمین کی عظیم جہد مسلسل نے اس سامری کے سارے جادو منتروں کو ضرب موسیٰ کی طرح چکنا چور کر دیا۔ ___ تاحیات صدارت کے منصب سے چمٹے مصری صدر حسنی مبارک کا عہد نامبارک تیس برسوں پر محیط ہے۔ اس فرعون وقت نے اپنے پیشروؤں فراعنہ مصر کی ''فرزندگی'' اور جانشینی کا ایک ایسا بھیانک نمونہ پیش کیا ہے کہ جہنم میں فراعنہ مصر اپنے اس عظیم فرزند پر ضرور فخر کرتے ہوں گے کہ حسنی مبارک

کے ظلم و جبر اور نخوت و تکبر اور اپنی عوام پر مسلط کردہ مکروہ طرز حکمرانی نے ان کی نا آسودہ روحوں کو جہنم میں جو فرحت اور آسودگی میسر کی ہے اس سے یقیناً ان کی آتماؤں کو شانتی ملی ہو گی ___ تیونس کا آمر مطلق عیاش حکمران زین العابدین تیئس سالوں سے خونخوار ڈریکولا کی صورت میں عوام کا خون نچوڑ رہا تھا۔ تیونس کی آزادی کے فوراً بعد حبیب بورقیبہ خبیث حکمران نے زمام اقتدار سنبھال کر حقیقی آزادی کی مشعل بجھا کر ایک ایسی ظلم و بربریت کی سیاہ چادر تیونس پر مسلط کی تھی کہ چالیس برس سے زائد میں کبھی بھی آزادی کا سورج سرزمین تیونس پر طلوع نہ ہوا۔ اسی کے نمک حرام وزیر داخلہ زین العابدین نے اس مسلم دشمن حکمران کا تختہ الٹ کر تاج و تخت پر قبضہ کرلیا۔ اور تیونس کو مذہب اسلام اور عرب روایات سے اتنا دور لے گیا کہ مغربی دانشور صاف کہنے لگے کہ ایشیاء میں ریاست روس اور مسلمان عربوں میں ریاست تیونس اجتماعی طور پر پیشہ طوائف گری کی ایک منفرد مثال بن گیا ہے۔ پورے ملک کو جنسی بے راہ روی' لادینیت' جدیدیت اور مغربیت کے سانچے میں زبردستی ڈال دیا گیا۔ اسلام اور عرب تہذیب و تمدن کو ایسا تیونس میں ختم کیا گیا کہ خلق خدا ترکی کے کمال اتاترک کا لادینیت والا نظام بھول گئے۔ زین العابدین میں کمال اتاترک اور ہٹلر کی ارواح خبیثہ دونوں یکجا تھیں۔ تیئس سال سے زائد اپنے عوام کو اس نے زندگی کی ہر ضروری خواہش اور ضرورت سے محروم کئے رکھا۔ نہ اقتصادی ترقی انکے حصے میں آئی نہ جدید علوم فنون میں فن کمال تک یہ بیچارے پہنچ سکے۔ لوگوں کیلئے بیروزگاری اور مہنگائی کے باعث دو وقت کا کھانا ملنا مشکل ہو گیا تھا۔ اسی لئے تو لوگ اپنا پیٹ' اپنا ایمان اور اپنی عزت و آبرو بیچنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ ان حالات میں زین العابدین کی بیوی کیلئے سپیشل بوئنگ طیارہ اس کی پسندیدہ آئیس کریمیں دنیا بھر سے لانے کیلئے ہمہ وقت ایئرپورٹ پر تیار ہوتا۔ اسی طرح اس کی بیوی نے ملک سے بھاگتے ہوئے مرکزی بینک سے ایک سو پچاس ٹن سونا اپنے جہازوں میں بھروایا اور اس طرح پینتیس ملین پاؤنڈ بھی ساتھ لے گئی۔ اسی طرح مبارک کے ذاتی اثاثے بھی ستر ارب ڈالر کے لگ بھگ بتائے جاتے ہیں۔___ عالم عرب میں اپنے کرپٹ حکمرانوں کے خلاف بغاوت اور تبدیلی کی یہ جو لہریں اٹھ چکی ہیں اب انہیں روکنا اور قابو کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

محل پہ ٹوٹنے والا ہو آسمان جیسے
غلام بھاگتے پھرتے ہیں مشعلیں لے کر

یمن میں پینتیس سال سے مسلط صدر صالح کے خلاف بھی آگ لگ چکی ہے۔ الجزائر' اردن' مراکش میں بھی آزادی کے متوالے شمع حریت کی لو تیز کرنے کیلئے سڑکوں پر آ گئے ہیں۔ دیگر عرب حکمرانوں اور امریکی پالیسیوں کے خلاف بھی لاوا پک چکا ہے۔ عربوں کو مادر پدر آزادی' شراب کی بہتات' نائٹ کلبوں کی کثرت مخلوط نظام تعلیم اور یورپی طرز زندگی وہ آسودگی اور طمانیت نہ دے سکی جو انہیں ٹھنڈی ریت پر خداوند کے حضور سجدوں اور حضور اقدس ﷺ کی دی گئی سادہ تعلیمات میں کبھی ملا کرتی تھی۔ انہیں اس عرصہ دراز میں حکمرانوں نے اپنی رعایا کو جدیدیت اور ترقی کے نشے سے مذہب اسلام اور عرب ثقافت و تہذیب سے محروم کئے رکھا۔ ان بیچاروں کے کچکول میں فقط غربت' مہنگائی' بیروزگاری اور خوئے غلامی کے چند جھوٹے سکے ہی ہاتھ آئے۔

خدا کرے کہ عربوں اور مصریوں کی یہ انگڑائی اسلام کی دوبارہ نشاۃ ثانیہ کا آغاز ثابت ہو اور پورے عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب میں مسلط امریکی استعمار کی شکست وریخت کیلئے یہ انقلاب بانگِ درا اور صبح امید بن جائے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے   نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

امریکی دہشت گردی کی لاہور میں کھلی جارحیت اور ہمارے غلام حکمرانوں کا معذرت خواہانہ رویہ

ننگ ملت، ننگ دین اور ننگ وطن پرویز مشرف نے ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کو جس خطرناک عہدِ غلامی میں امریکہ کی دھمکیوں اور ذاتی لالچ کی بناء پر پھینک دیا تھا، گو کہ اس کے فوری خطرناک نتائج اور عسکریت پسندوں کی جانب سے شدید ردعمل سامنے آنا شروع ہو گیا تھا اور پاکستانیوں کو ایک ایسی پرائی جنگ کا ایندھن بنا دیا گیا جس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق اور معاملہ نہ تھا۔ پھر بعد میں پرویز مشرف کے بعد موجودہ میر جعفر اور میر صادق کے جانشین حکمرانوں نے امریکی آقا کی خوشنودی مزید حاصل کرنے کے لئے پرویز مشرف سے بھی زیادہ نمک حلالی کو اپنے اقتدار کے دوام کے لئے ضروری جانا اور ایسے ایسے شرمناک اقدامات اٹھانا شروع کر دیئے کہ غلامیوں اور محکومیوں کی تاریخ بھی کانپنے لگی۔ کافی عرصے سے پورا پاکستان چیخ چیخ کر پکار رہا تھا کہ پاکستان میں ہزاروں امریکی فوجی، سی آئی اے کے ایجنٹ اور امریکی کنٹریکٹرز خصوصاً بلیک واٹر اور دیگر خفیہ پرائیویٹ کرائے کے قاتل اور جاسوس کھلے عام اسلحہ سمیت دندناتے پھر رہے ہیں جو ملکی سالمیت اور قومی آزادی اور وقار اور ملکی قانون کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ لیکن زرداری حکومت کے وزیر داخلہ اور امریکیوں کے ترجمان رحمان ملک اس بات کی ہمیشہ نفی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً پکڑے گئے امریکنوں کو ایوان صدر کے ذرائع اور اپنے خصوصی احکامات کے ذریعے چھڑواتے رہے۔ اسی لئے امریکن ایجنٹوں کی دیدہ دلیری بڑھ گئی اور لاہور میں ریمنڈ ڈیوس اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے تین بے گناہ پاکستانی شہریوں کو بیچ بازار میں قتل کر دیا (اس کے بعد ایک مقتول کی بیوہ نے انصاف کی حصولی میں رکاوٹوں کے باعث خودکشی کر لی جو کہ حاملہ بھی تھی یہ دو قتل بھی انہی کے باعث ہوئے) اور ایک گاڑی تین قاتل وہاں سے بھاگ کر امریکن قونصلیٹ لاہور میں روپوش ہو گئے۔ اور کچھ دن بعد بحفاظت امریکہ فرار ہو گئے۔ ریمنڈ ڈیوس جو پرائیویٹ جاسوس فرم کا اہم اہلکار ہے ان دنوں نام نہاد پولیس کسٹڈی میں زندگی کی ہر عیش و آرام اور تمام وی آئی پی سہولیات کے ساتھ شاہانہ روز و شب گزار رہا ہے۔ اس کے لئے امریکہ کسی زخمی سانپ کی طرح پاکستان پر بار بار اس کی رہائی کے لئے اپنا پھن مار رہا ہے۔ نام نہاد انسانی حقوق کا علمبردار اور نام نہاد مہذب دنیا کا لیڈر اس موقع پر پاکستان کے قوانین اس کے بے گناہ شہریوں کے خون اور تمام بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کو اس موقع پر بھول چکا ہے۔ اور اپنے کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے اس کو چور

دروازے سے امریکہ بھجوانے کے لئے پوری کوششیں کر رہا ہے۔اس سلسلے میں ایوان صدر،وزرات داخلہ اور امریکہ میں متعین سفیر حسین حقانی دن رات اسی فکر میں گھل رہے ہیں کہ کسی نہ کسی فوری طور پر امریکی آقاؤں کو خوش کیا جائے۔لیکن اگر یہ حرکت حکمرانوں نے کی اور عدالت میں زیر سماعت فیصلے سے قبل اس کو چھوڑ اگیا تو یقیناً پاکستانیوں کے ہاتھوں ایک ایسا خونی انقلاب ان کا استقبال کرنے کیلئے بڑا بیتاب ہے۔جس میں نہ ان کا اقتدار باقی رہے گا اور نہ یہاں امریکی مفادات۔کاش!اس موقع پر کوئی مرد رشید امریکیوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر دفاعی پوزیشن کی بجائے جارحانہ رویہ اپناتا اور عافیہ صدیقی کی پہلی رہائی کی شرط رکھتا۔ ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی رحلت

پاکستان کے نامور ادارے جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم اور شیخ الحدیث اور معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے۔ان للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی بانی جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے تھے۔اللہ نے بڑی خوبیوں اور بے مثال صلاحیتوں سے انہیں نوازا تھا۔عمر بھر قال اللہ قال الرسول کے زمزموں میں گزاری۔درس و تدریس،ذکر واذکار اور اصلاح خلق خدا ان کا اوڑھنا بچھونا رہا۔طبیعت میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔دنیا اور اس کے جھمیلوں سے حقیقت میں انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔جامعہ اور طلباء علماء کی صحبت وخدمت ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔کچھ عرصہ سے گردوں اور دیگر متعدد عوارض میں مبتلا تھے۔لاہور کے معروف ڈاکٹرز ہسپتال میں زیر علاج رہے لیکن بالآخر ساری تدبیریں اجل کے سامنے کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ان کا جنازہ جامعہ اشرفیہ میں ادا کیا گیا ملک بھر کے علماء و مشائخ اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کی ممتاز شخصیات اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔اس موقع پر ادارہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ،حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ اور خصوصاً مولانا مرحوم کے تینوں صاحبزادوں سے دلی تعزیت کرتا ہے اور ان کے رفع درجات کے لئے دار العلوم میں خصوصی دعائیں بھی کی گئیں۔

جہاد افغانستان سے وابستہ عظیم مجاہد کرنل امام کی شہادت

عالمی استعمار روس کے خلاف لڑے گئے جہاد کے یوں تو کئی ابواب اور محاذ یادگار رہے ہیں گو کہ کئی ان میں مصنوعی طور پر پلانٹ بھی کیئے گئے لیکن کچھ افراد ایسے بھی ہیں جن کے عزم صمیم اور مجاہدانہ جذبے اور سرفروشانہ کردار اور زندگی کے کئی ادوار مسلسل افغان جہاد اور بعد میں تحریک طالبان سے ایسے وابستہ رہے کہ ان کی نظیر تاریخ میں خال خال نظر آتی ہے۔جناب کرنل امام وہی شخصیت تھے جنہوں نے عملی طور پر افغانستان کے جہاد کے لئے بہت کچھ کیا۔آپ ان تمام تحریکات

میں ہراول دستے کے طور پر پیش پیش رہے۔ چاہے سیاسی معاملات ہوں‘ چاہے عسکری معاملات ہوں یا دیگر امور۔ ہر محاذ‘ ہر موڑ اور ہر نازک مرحلے پر آپ کے افسانوی کردار نے پاکستان اور افغانستان دونوں ممالک اور عوام کیلئے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ بدقسمتی سے ان کو وہ شہرت اور وہ مقام نہ ملا جوان کو ملنا چاہیے تھا۔ طبیعت میں سادگی اور تواضع کے عناصر غالب تھے۔ مرد درویش‘ مرد مجاہد اور مرد قلندر کی تمام صفات کی حامل شخصیت تھے۔ کچھ عرصہ قبل وزیرستان میں نامعلوم گروہوں نے انہیں اغوا برائے تاوان کے لئے اغوا کرلیا۔ حکومت پاکستان اور خصوصاً ISI نے ان کی رہائی کے لئے سنجیدہ اور مخلصانہ کوششیں نہیں کیں۔ اسی لئے آپ دو سال تک ان کی قید میں رہے اور ان کے پسماندگان بھی تاوان کی رقم دینے سے قاصر رہے کیونکہ ان کے ہاتھ کا دامن بہت چھوٹا تھا۔ اس میں کرپشن اور حرام کی کمائی اور خصوصاً جہاد افغانستان کیلئے آئے ہوئے اربوں ڈالرز کا حصہ نہ سما سکتا تھا۔ اسی لئے آپ مارے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ امریکہ کیلئے بھی ’’انتہائی ناپسندیدہ‘‘ شخص تھے۔ اس وجہ سے بھی آپ کے ادارے نے آپ کی رہائی کے لئے کوششیں یا تاوان ادا نہ کیا اور نہ آپ کی لاش کی واپسی کیلئے کوئی کوششیں سامنے نظر آرہی ہیں۔ جناب کرنل امام کی شہادت اور ان کے لئے ان کے ادارے کی بے بسی انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ اگر اتنی روشن خدمات کسی دوسرے ملک کے لئے کوئی شخص کرتا تو اس کے لئے حکومتیں اور ادارے کیا کیا نہ کرتے؟ ان کے اغواء اور شہادت کے متعلق افغانستان سے وابستہ تمام اکثر گروپوں نے لاتعلقی کا اعلان کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ کس کی ایماء پر ان کے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا گیا؟ بہر حال جہادِ افغانستان سے وابستہ تمام مسلمانان پاکستان وافغانستان اس سانحہ پر انتہائی افسردہ ہیں اور ان کے رفع درجات کے لئے دعا گو ہیں۔ عمر بھر شہادت کی تمنا اور محاذ پر رہنا ان کی آرزو تھی سو وہ پوری ہوئی۔

معروف نعت گوشاعر وادیب مظفر وارثیؒ کی جدائی

پاکستان کے مایہ ناز اور عالمی شہرت کے حامل منفرد نعت گوشاعر وادیب جناب مظفر وارثی طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں اس حبس دنیا سے رہائی پاکر عالم جاوداں خداوند کریم کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ایک باکمال شاعر اور خوش الحان‘ ثناء خواں رسول ﷺ تھے۔ ملک اور بیرون ملک آپ کی آواز اور آپ کے نعتیہ کلام کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا آپ نہ صرف ایک بہترین نعت گوشاعر تھے بلکہ غزل اور تغزل میں بھی آپ کا ایک منفرد مقام تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی نعت کا اسٹائل اور ادائیگی کا انداز بھی جداگانہ تھا۔ اس شاعرِ باکمال اور بلبل گلستانِ نبوی کی جدائی سے ہر عاشق رسول یقیناً افسردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی حضرت حسان بن ثابتؓ اور دیگر عشاق رسول ﷺ کے قافلہ عقیدت ومحبت میں شامل فرمائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ امین

ے اٹھے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کے بڑھانے والے

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

سنت نبوی ﷺ کی اہمیت اور اسلامی آداب

(۱)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ لا یاکلن احدکم بشمالہ ولا یشربن بہا فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بہا(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے (کوئی شی) پئے' کیونکہ یہ شیطان کا (طریقہ ہے کہ وہ) بائیں ہاتھ سے کھانا پینا کرتا ہے۔

پیغمبر ﷺ کا انداز تربیت:

وعن عمر بن ابی سلمة قال کنت غلاما فی حجر رسول اللہ ﷺ وکانت یدی تطیش فی الصحفة فقال لی رسول اللہ سم اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمر ابن ابی سلمہ ذکر کررہے ہیں کہ جب میں بچہ تھا اور آنحضرت ﷺ کے زیر تربیت تھا (ایک موقع پر جب میں آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں معروف تھا) میرا ہاتھ رکابی میں ادھر ادھر جلدی سے گھوم رہا تھا (میری اس حرکت کو دیکھ کر) حضور ﷺ نے فرمایا کہ (کھانا کھانے سے پہلے) بسم اللہ پڑھو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور (پلیٹ کے) اس جگہ سے کھاؤ جو تمہارے نزدیک ہے۔

اسلام ایک جامع دین:

محترم حضرات! ہمارا پیارا مذہب اسلام ایک ایسا دین ہے جو انتہائی جامع' ہر دور' جگہ اور رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے لئے قابل تقلید کردار سے مالا مال ہے۔ جس میں انسانی زندگی کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں جس کا حل اس میں موجود نہ ہو' اگر ایک طرف انسان کی سرشت میں عام حیوانات کی طرح سفلی اور بہیمی صفات موجود ہیں تو دوسرے جانب اللہ رب العزت نے اس کی فطرت میں روحانی اور نورانی طلب بھی پیدا فرمادی' اور ان دونوں متضاد صفات کے درمیان رہ کر کسی ایک طرف مکمل جھکنے اور مائل ہونے سے بچنے کیلئے قرآن مجید' کتب منزلہ' انبیاء اور ان کے اقوال اور فرامین کے ذریعہ اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے حدود بھی متعین فرمادیئے۔ تاکہ حضرت انسان کا مادی جسم کہیں اسے بہیمیت کی طرف لے جا کر حیوان محض نہ بنائے' اور نہ روحانیت اتنی غالب ہوجائے کہ دنیا وما فیہا'

بیوی، بچے اور عام انسانوں کے درمیان رہنا سہنا چھوڑ کر پاپائیت اور رہبانیت کی راہ پر چل پڑے، اسی کامیاب راستے پر چلنے کیلئے انبیا اور بالخصوص خاتم الانبیا ﷺ نے خصوصاً اپنا زورِ نبوت نہ صرف روحانیت پر صرف کیا بلکہ ایسے اصول وضوابط متعین فرمائے جن پر عمل کرنے سے انسان پاک، صاف اور شفاف زندگی کی راہوں پر چل کر معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نیز دیگر شعبہ جات زندگی میں بھی قابل رشک مقام حاصل کر سکتا ہے۔

اسلام ترک دنیا کا نام نہیں:

اسلام ترک دنیا کا داعی نہیں بلکہ اجتماعی وانفرادی عادات واخلاق، اکل وشرب، رہن سہن، کاروبار ومعاملات، تعلقات خواہ ازدواجی ہوں یا خاندانی، سیاست ہو یا حکمرانی خلاصہ یہ کہ زندگی کا ہر شعبہ شرعی احکامات وآداب کی روشنی اور اسلامی طرز فکر کے مطابق گزارنے کا حکم دیتا ہے شرعی معاشرہ کے ایک متمدن ومہذب فرد ہونے کے لئے جن ہدایات پر عمل کرنا ہے، وہ رب کائنات نے اپنے منتخب انبیاء کے ذریعہ سے نسل انسانی کو دی ہیں۔

انسان اور تربیت الٰہی:

معزز حاضرین! ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر آداب واخلاق کی استعداد رکھی ہے، اس استعداد کے اجاگر ہونے کیلئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر تربیت کوئی صلاحیت نکھر کر سامنے نہیں آتی ہے۔ اگر تربیت دینے والا سمجھدار اور کامل اور مکمل ہو تو جسے تربیت دے گا، وہ بھی ایک صحیح انسان بن کر باادب وباخلاق گروہ کی جماعت کا فرد کہلائے گا اور تربیت دینے والا اگر شریعت مطہرہ کے انوار وبرکات سے ناواقف اور اخلاقی اعتبار سے بھی سوسائٹی کا بگڑا ہوا فرد ہو تو جن کو تربیت دے وہ بھی اسی کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ انبیاء کرام جن میں رب العالمین نے ہر قسم کے اخلاق وکمالات کی استعداد پیدا فرما کر اپنے مخاطبین کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے بھیجا وہ ہر قسم کے ظاہری وباطنی عیوب ونقائص سے پاک وصاف ہو کر دنیا میں راہنمائی کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔

ہر نبی کا معلم:

پھر ہمارے محبوب ومقتدی امام الانبیا ﷺ کو مالک الملک نے انسانیت کے جتنے اوصاف وکمالات ہیں، ان سے مزین فرما کر رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے پوری دنیا اور قیامت تک وجود میں آنے والی انسانیت کی قیادت وہدایت کیلئے منتخب فرمایا، یہاں یہ بات ذہن نشین کریں کہ ہر نبی کا معلم ذات باری تعالیٰ خود ہوتا ہے، پیغمبر کی تربیت بھی رب العالمین خود فرماتے ہیں۔ جو شخص رب العالمین جیسے عظیم ہستی سے تربیت یافتہ ہوگا، دنیا ومافیہا میں نہ اس جیسا ادب سیکھنے والا ہوگا اور نہ اس جیسا کامل ومکمل نمونہ۔ جب سارے انبیاءؑ کو تادیب وتعلیم اللہ ہی دیتے ہیں جن کی استعداد وکمالات تک کسی غیر نبی کی رسائی محال وناممکنات سے ہے، تو پھر کوئی دوسرا فرد جس میں استعداد بھی ہو کسی معلم اور رہنما کے تادیب وتعلیم کے بغیر ادب وعلم میں کمال حاصل کرنے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔ انبیاء کرام جو اللہ کے تربیت یافتہ ہیں

ان کو مالک الملک نے انسانوں کی تربیت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا۔ اسلامی آداب سکھلانے کی ذمہ داری انبیاء کو سونپی گئی۔ انبیاء کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کو رب للعالمین نے اپنے ارشاد **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ** ''تم لوگوں کیلئے رسول کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ تھا اور ہمیشہ رہے گا'' یعنی امت مسلمہ کا ہر فرد حضور ﷺ کے اعمال' اخلاق' عادات اور آداب میں تقلید کر کے انسان کامل بن سکتا ہے۔ اتباع ہو تو اللہ کی محبوبیت کا مقام بھی حاصل ہوگا' وگرنہ خسارہ ہی خسارہ۔

منبع وسر چشمہ ہدایت:

محترم حضرات! دینی احکامات افعال اور دینی شعور سے ہمیں جو آگاہی ہوئی ان کا منبع وسر چشمہ قرآن مجید اور اللہ جل جلالہ کے محبوب اور تربیت یافتہ محمد عربی ﷺ کے اقوال وافعال ہیں' کے ذریعہ ہوئی' ان دو سمندروں میں سے ایک کو مان کر (نعوذ باللہ) دوسرے سے انکار کفر کا باعث بن جاتا ہے' لیکن بعض سادہ لوح لوگوں نے ان تعلیمات کو صرف نماز روزہ تک محدود کر دیا۔ معاملات' ایک دوسرے کے حقوق' اخلاق حسنہ اور معاشرت کے آداب کو گویا وہ شریعت طیبہ کے اجزاء ہی نہیں سمجھتے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی بظاہر دیندار لوگ بھی حقوق العباد' حسن معاشرہ اور معاملات سے بے پرواہ ہو کر ان کے اعمال اسلام اور مسلمانوں کے لئے بدنامی کا باعث بن گئے' درحقیقت ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے جامع ومکمل تعلیمات کو نہ جاننے کی کوشش کی اور اگر کسی حد تک جانا تو عمل کرنے سے غافل رہے' حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے ہر دور' ہر حال' یعنی زندگی کے تمام شعبوں میں ایک اعلیٰ نمونہ بن کر امت کو اسی نمونہ کو اپنے معاملات' معاشرت وآداب میں ملحوظ رکھنے کی تلقین کی۔ کاش ہم حضور ﷺ کی احادیث اور سنن پر عمل کرتے تو ہمیں یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔

حب رسول ﷺ کی عملی صورت:

مشہور عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیؒ جو کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں کے بقول آنحضرت ﷺ جن امور کو بطور اتفاقیہ عادات کے منتخب فرما کر ان پر عمل فرمایا' اسے علماء وطلباء کے اصطلاح میں ''سنن زوائد'' کہا جاتا ہے' ان اعمال پر لزوم سے امت عمل کرنے کی پابند تو نہیں مگر حب رسول کے دعوی کے صداقت کے لئے حتی الامکان محبوب خدا ﷺ کی اتباع کرنی چاہیئے' ہمیشہ عرض کرتا ہوں کہ مجازی محبوب کے ہر ادا کو اختیار کرنا دنیا میں محبت کی حقانیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ تو منعم اور محبوب حقیقی یعنی پیغمبر انقلاب کی ہر ادا کو (دنیاوی عشق ومحبت سے زیادہ) انسان سے اطاعت اور تابعداری کا تقاضا کرتا ہے' اور پھر جن امور کے بارہ میں جو نہ صرف آنحضرت ﷺ خود ان پر کاربند رہے' بلکہ ان پر عمل کرنے کی امت کو ترغیب بھی دی ہو' انشاء اللہ ان پر عمل کرنا اللہ کے ہاں بے پناہ اجر وثواب ملنے کا بھی وسیلہ بن جاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور سنت رسول:

صحابہ کرامؓ نے چھوٹے بڑے سنت کا امتیاز کئے بغیر ہر سنت پر عمل کرنے کی وہ مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں' ان شاء اللہ ان معزز نفوس قدسیہ کی حضور کی تابعداری کی کچھ جھلک پیش کروں گا۔انہوں نے کبھی یہ نہ پوچھا اور نہ سوچا کہ اس سنت میں حکمت وفلسفہ کیا ہے' بلکہ ہر سنت کے آگے سر تسلیم خم کرکے اس پر عمل کرتے رہے' تمام آداب' وفضائل اور سنن عادیہ کو اپنا شعار بنانے ہی کی بدولت رب العزت نے اپنے وعدہ محبوبیت کے مطابق انبیاء کرام کے بعد معزز ترین گروہ صحابہ کو "رضی اللہ عنہم ورضواعنہ" کے منصب جلیلہ پر فائز فرمانے کا مژدہ ان کی زندگی ہی میں عطا فرمایا۔ان آداب وفضائل کے بیان کے لئے طویل عرصہ اور بیان کرنے والے کی کماحقہ صلاحیت وقابلیت درکار ہے' جبکہ یہاں دونوں امور موجود نہیں۔

آدابِ خلاء:

اس لئے حضور ﷺ کے چند سنن وآداب جو مکارم اخلاق کا حصہ ہیں' ذکر کرنے کی کوشش کررہا ہوں' ارشاد گرامی ہے: **عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انما لکم بمنزلہ الوالد علمکم فاذا الی حدکم الغائط فلایستقبل القبلہ ولا یستطب بیمینہ الحدیث**

اس قسم کی ایک روایت حضرت سلمان فارسی سے بھی مروی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے قبلہ رخ ہوکر پیشاب وپاخانہ کرنے سے منع فرمایا' مخالفین نے اعتراض کیا کہ تمہارے نبی کی بھی عجیب شان ہے' لوگوں کو معمولی باتوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں' ان کے خیال میں ایسے امور کا ذکر کرنا منصب نبوت کے منافی عمل تھا' حضرت سلمان نے ان کے سوال کو رد کرتے ہوئے کہا بالکل ہمارے نبی کا یہی طریقہ ہے ان کی نبوت کی اکملیت وجامعیت ہی کا نتیجہ ہے کہ آداب بتانے کے موقع پر وہ چھوٹی بڑی جس قسم کا عمل ہو آداب ذکر فرمانے سے گریز نہیں کرتے' یہ تو عیب نہیں بلکہ ہمارے نبی کی رسالت کی خوبی ہے' اس کے بعد پھر مذکورہ حدیث ابوہریرہ میں آنحضرت ﷺ معترضین کی شبہ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ میں امت کے لئے بمنزلہ والد ہوں اور جو آداب تمہارے خیال میں والدین کے سکھانے کے ہیں وہ میں بمنزلہ اتم بتلا رہا ہوں۔

قبلہ اور تربیت اولاد:

محترم حضرات! والدین شفقت ومحبت کی وجہ سے اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور حضور کی امت پر شفقت ورأفت کے مقابلہ میں والدین کی محبت وشفقت' عشر عشیر کے برابر بھی نہیں' چونکہ قبلہ وکعبہ واجب الاحترام ہے' پیشاب وپاخانہ کرتے ہوئے ایک تو شرم گاہ بے پردہ ہوتا ہے' جو مواد خارج ہورہا ہے وہ بھی پلید ہے تو ایسی کیفیت میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع فرمایا ہے۔نیز دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی بھی ممانعت کردی جس کی تفصیل خطبہ کے ابتداء

کردہ حدیث کے ضمن میں ذکر کروں گا۔

بیت الخلاء کی مسنون دعاء:

شیطان جو مسلمان کا ازلی دشمن ہے' وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ مسلمان کو ضرر پہنچائے۔ بیت الخلاء ایسی جگہ ہے جہاں ذکر اللہ میں مشغولیت سے منع فرمایا گیا ہے اور آپ حضرات کو معلوم ہے جو جگہ ذکر اللہ سے خالی ہو شیطان وہاں پہونچ جاتا ہے' مشہور مقولہ ہے "خانہ خالی را دیوے گیرد" جو گھر خالی ہو اس کو ضرر رساں حیوانات اور حشرات اپنا ٹھکانہ بنا دیتے ہیں' ابلیس کے ڈنگ سے بچنے کے لئے ہادی برحق صلعم بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ایک عظیم ادب ارشاد فرمایا: **عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل الخلاء قال اعوذ باللہ من الخبث والخبائث** (ورواہ وبعد داؤد) حضرت انس بن مالک آنحضرت سے نقل فرما رہے ہیں کہ آپ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے فرماتے (اے) اللہ میں تیری پناہ کا طالب ہوں' نجاستوں اور ناپاکیوں سے۔

اس ادب پر عمل کرنے سے بیت الخلاء میں جو شیاطین جمع ہوں وہاں سے فوراً بھاگ جائیں گے۔ بیت الخلاء میں داخلہ اور پاخانہ کرنے کی حالت ایسی ہے۔ جس میں اللہ کی یاد سے انسان لسانی طور پر محروم ہو جاتا ہے جبکہ انسان کی حالت ایسی ہونی چاہیے کہ ہر وقت زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو' تو اس تقصیر و کوتاہی کے ازالہ کے لئے آنحضرت نے دعا ذکر فرمائی۔

عن عائشہ ان النبی ﷺ کا ن اذ خرج من الخلاء قال غفرانک یعنی آپ ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے فرماتے: اے اللہ میں آپ کی مغفرت چاہتا ہوں۔

بیت الخلاء جیسے آپ کو اندازہ ہے کہ ناپاک جگہ ہے تو وہاں اپنے ساتھ ایسی چیز کو بھی لے جانے سے منع فرمایا جس پر اللہ کا نام یا قابل احترام کلمات تحریر ہوں۔

مقدسہ اوراق بیت الخلاء لے جانے کی ممانعت:

جب بھی آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے اپنی انگشتری جو مہر لگانے میں استعمال ہوتی اس پر اللہ کا نام گرامی منقوش تھا' اتار کر باہر رکھ دیتے۔ پاخانہ سے فارغ ہونے والے کی کیفیت اور عمل ناشائستہ ہونے کی وجہ سے سرکار دو عالم نے بات چیت کرنا بھی خلاف ادب قرار دیا۔ فرمایا کہ جب دو آدمی قضائے حاجت کرنے لگیں' شرم گاہ بھی ننگی ہو اور پھر آپس میں بات چیت بھی کریں' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ قضائے حاجت ہر ذی روح کا فطری تقاضا ہے' تو اس میں بھی ادب کی یہ خاص صورت اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی کہ جو فرد قضائے حق کیلئے بدن سے کپڑا ہٹائے اور شرمگاہ ظاہر کرنے کی حاجت محسوس ہو ایک دم تمام عورت ظاہر کرنے کی بجائے آہستگی سے بقدر ضرورت شرمگاہ کو ظاہر کیا کریں۔ ابن عمر کا ارشاد ہے:

ان النبی ﷺ کان اذا اراد الحاجة لایرفع ثوبه حتی یدنوا من الارض

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں شرم وحیاء کو اتنی اہمیت ہے کہ بدن کا جو حصہ دوسروں سے چھپا کر رکھنا ہے اس حصہ کی بلاضرورۃ اگرچہ تنہا کیوں نہ ہو ظاہر کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے' پیغمبر اسلام جیسے خود نفیس الطبع' صفائی پسند امت کو بھی تلقین فرماتے کہ طہارۃ جزو ایمان ہے' تو اوروں کو بھی غیر مناسب جگہوں میں گندگی مثلاً قضائے حاجت اور پیشاب کرنے سے منع فرمایا مثلاً جہاں پانی کے چشمے ہوں اس کے قریب یا وہ شارع عام جس پر لوگوں کا گزر ہو اس کے درمیان اور ایسا درخت جس کا سایہ ہو لوگ گرمی سے بچنے کے لئے اس سایہ دار درخت کے نیچے اقامت اختیار کیا کریں' ان جگہوں میں گندگی پھیلانے سے لوگوں کو اذیت میں مبتلا کرنا ہے' اور رحمۃ للعالمین کے مزاج میں کسی فرد کو اذیت دینے کا تصور ہی نہ تھا' امت کو بھی اس برائی سے احتراز کرنے کا حکم دیا' ایک عظیم مربی کی حیثیت سے صرف پیشاب وقضائے حاجت کے بارہ میں انسانیت کو جو آداب واخلاق سکھلائے ان کو بکمال تمام جمع کرنے کے لئے طویل وقت درکار ہے۔

سرکاردوعالم ﷺ کا فقروفاقہ:

محترم حضرات! آنحضرت ﷺ نے جس فقروفاقہ کو اپنی مرضی سے اختیار فرمایا اس کی وجہ کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں' یہی کیفیت آپ ﷺ کے لباس میں تھی۔ زیب وزینت کے دلدادہ حضرات جن کا اٹھنا بیٹھنا' زندگی کا اکثر حصہ لباس کی حسن وخوبی' زینت وزیبائش میں کٹ جاتا ہے' اس بارہ میں آنحضرت ﷺ نے امت کو جو نمونہ پیش فرمایا وہ بھی بے حد سادگی' دنیوی زرق وبرق سے بے رغبتی' پاکیزہ زندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے' لباس میں کوئی تکلف نہ تھا' نہ ادنی وحقیر سمجھ کر کبھی لباس ٹھکرایا' جو بھی ملا اسے استعمال فرمایا: جزیرۃ العرب جہاں موسم کی گرمی وحرارت کا آپ سب کو علم ہے۔ عمر کا بیشتر حصہ دو کپڑوں یعنی چادر اور ازار (لنگ) میں گزارا حضرت ابی بردہ سے روایت ہے

قال اخرجت الینا عائشه کساءً ملبدا وازار غلیظا فقالت قبض روح رسول الله ﷺ فی هذین (بخاری ومسلم) ''حضرت ابی بریدہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ہمیں دکھانے کے لئے ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا ازار (لنگ) نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ جب محبوب خدا ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے' انہی دو کپڑوں میں ملبوس تھے۔''

سونے کے لئے جو بچھونا استعمال فرماتے وہ اوپر نیچے چمڑا تھا درمیان میں روئی کی جگہ کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی' گرمی کا موسم اور موٹا ٹاٹ نما لباس کی وجہ سے بدن مبارک ہر وقت پسینہ سے شرابور رہتا۔ آج ہم بھی حضور ﷺ کے متوالے اور امتی ہیں کہ متوسط تو کیا غریب آدمی کا بھی گرمی کا الگ لباس' سردی کا الگ لباس' ایک ایک جوڑا پر اکتفا تو شاید انتہائی غریب کرے' معمولی ذی استطاعت مرد ہو یا عورت کئی کئی جوڑے بنا کر اس کے دل کو پھر بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ ہر شخص زندگی کے تمام شعبوں میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے میں مصروف ہے کہ میں ایسا

لباس استعمال کروں جو آج تک کسی نے زیب تن نہ کیا ہو مجھے معاشرہ میں امتیازی حیثیت حاصل ہو کر میرے برابر کوئی نہ ہو' حرام وحلال کی تمیز نہیں' جہاں سے اعلیٰ ترین اور بیش قیمت لباس مل سکے' حاصل کرے' ہر طرف سے لوگ اس کے لباس کی طرف اشارہ کریں۔

تکبر وغرور کا لباس: یہی ہے تکبر وغرور' جس کی اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے سخت الفاظ میں مذمت اور دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جو ضرورت سے زیادہ کپڑا استعمال کر کے ضائع کردے۔ اسکے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لا ينظر الله يوم القيامة الى من جر ازاره بطرا (بخاری ومسلم) یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز رحمت کی نظر سے ہر اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو غرور وتکبر کی وجہ سے اپنا ازار یا شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا۔ لباس میں ضرورت سے زیادہ لمبائی' چوڑائی خلاف سنت اور اسراف ہے

مہنگائی کی روک تھام کا طریقہ: محترم دوستو! آج ہم مہنگائی اور اشیائے استعمال کی قلت کا رونا رو رہے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے اپنا احتساب بھی کیا ہے کہ حکمرانوں کی نااہلی کے ساتھ ساتھ ہم بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں' ہر شخص خواہ استطاعت ہو یا نہ ہو اس دوڑ میں مصروف ہے' کہ اعلیٰ سے اعلیٰ مہنگا ترین لباس حاصل کر کے امتیازی حیثیت حاصل کرلوں' حالانکہ بحیثیت مسلمان اگر ہم لباس کے سلسلہ میں اپنے مقتدیٰ پیغمبر کے لباس کی سنتوں اور آداب پر عمل کرتے تو نہ کپڑا مہنگا ہونے کا واویلا کرتے اور نہ بے جا زیب وزینت' اسراف اور تکبر وریا کرنے والوں میں شمار ہو کر قیامت کے شدائد سے بھرپور دن رب العالمین کی نظر رحمت وشفقت سے محرومی مقدر ہوتی۔ ہم بھی حضور ﷺ کے فرمان کہ جو شخص استطاعت کے باوجود زیب وزینت کا لباس کسر نفسی یا تواضع کے طور پر چھوڑ دے' اللہ تعالیٰ اسے عظمت وبزرگی کا لباس پہنائے گا' خوش قسمتوں میں شامل ہو جاتے۔ ہم نے اپنی زندگی اپنے آپ پر خود تنگ کردی' ورنہ اسوۂ نبوی ﷺ میں زندگی کا ہر شعبہ گزارنے کے وہ آداب وسنن ہیں جو آسانی' سادگی اور شریعت کی تابعداری سے معمور ہیں۔

اسلامی آداب: محترم حضرات دین اسلام ایک سچا' حق پر مبنی' فطری اور عالمگیر مذہب ہے' کسی کو یہ ثابت کرنا ممکن ہی نہیں کہ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ اسلام نے کسی طور طریقہ اور بات میں راہنمائی نہیں کی' پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ جہاں اس مذہب نے عقائد اور عبادات کے طور طریقے تفصیل سے بتلائے' اس کے ساتھ ہی چلنے' پھرنے' سونے' جاگنے' کھانے پینے' شرم وحیاء حتیٰ کہ پیشاب وپاخانہ کرنے کے طریقوں کو بتلایا۔

اللہ کے بندوں کی صفات: حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کے آیت و عبادالرحمن الذین یمشون علی الارض هونا ترجمہ: اللہ کے محبوب اور خاص بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر نرمی' آہستگی اور وقار سے چلتے ہیں' کا عملی نمونہ تھے' رفتار میں کجی' بے راہ روی' اتراہٹ اور متکبرانہ چال جو معیوب ہیں حضور کی رفتار اس کے بالکل برعکس تھی'

قدم مبارک قوۃ اور مضبوطی سے مردانہ انداز میں زمین سے اٹھاتے' آج کل کے جوانوں کی طرح نہ تھے' کہ شکل وصورت میں زنانہ جیسا اور چلنا پھرنا بھی ایسے نزاکت سے ہو کہ دور سے دیکھنے والا یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ مرد ہے یا عورت' عجز وانکساری کی یہ حالت یہ تھی جب آپ ﷺ زمین پر چلتے ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی اونچی جگہ سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں ان کی عادت یہ تھی کہ چلتے وقت جھک کر چلتے۔اس زمانہ کے آدمیوں کی طرح سینہ تان کر متکبرانہ کیفیت کو کبھی اختیار نہیں فرمایا۔نظر ہمیشہ نیچے رکھتے' رفتار نہایت اطمینان اور سبک رفتاری کا آئینہ دار تھی۔حضرت ابوہریرۃ حضور ﷺ کے حسن وجمال کے ساتھ چلنے کا معمول ذکر کررہے ہیں۔

سرکارِدوعالم کے چلنے کا طریقہ: وعن ابی هريرة قال مارأيت شيئاً احسن من رسول الله ﷺ كان الشمس تجرى من وجهه وما رأيت احدااسرع من مشية من رسول الله ﷺ كا نما الارض تطوى له انا لنجهد انفسنا وانه لغير مكترث (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ (حضور کے اوصاف بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ جیسا حسن و جمال والا کسی اور شی کو نہیں دیکھا۔ایسا معلوم ہوتا جیسے سورج آپ کے چہرہ اقدس میں موجود ہے' اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں پایا (جب آپ چلتے تو) ایسا لگتا کہ آپ ﷺ کے لئے زمین لپٹی جارہی ہے۔(ہم ان کی طرح چلنے کے لئے) سخت جدوجہد کرتے لیکن آپ ﷺ معمول کی چال چلتے ہی رہتے۔یعنی آپ کی رفتار بلاتکلف تیزی کی تھی اور صحابہ باوجود کوشش کے ان کی رفتار تک نہ پہونچ پاتے۔خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ہر حالت میں امت کو خاکساری' خود کو عاجز وحقیر سمجھنا' تکبر اور غرور سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھنے کے آداب عملی طور پر بتائے۔وجہ حضور ﷺ کا امت کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ اللہ کے دربار میں عزت ورفعت ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس دنیا میں اپنے آپ کو اونچا دکھانے کی بجائے اپنے آپ کو اپنے قول وعمل سے نیچا دکھا کر اللہ جل جلالہ کے ارشاد''رحمان کے خاص اور برگزیدہ بندے وہ ہیں جو زمین پر عجز وانکساری کے ساتھ چلتے ہیں'' اسی خاکساری و تواضع کا اظہار کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ''جس نے انکساری اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو اتنا بلند فرمائیں گے کہ وہ (جنت کے اونچے مقام) اعلیٰ علیین کو پہونچ جائیں گے۔

محترم حاضرین! اب نماز کا وقت ہوچکا ہے' خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ احادیث کی تشریح اور بعض دیگر معاشرہ کے اہم ترین آداب جو آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے امت کو بتلائے' انشاءاللہ آئندہ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ رب العزت مجھے اور آپ کو اسلامی آداب اور حضور ﷺ کے سنن پر پابندی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

مولانا حذیفہ وستانوی (جامعہ اکل کوا)

جمال حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم

امام ترمذی نے اپنے سند متصل کے ساتھ حضرت براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ذکر کی جس میں حضرت براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کو بیان کیا، فرماتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے آپ کا سینہ مبارک وسیع تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گنجان تھے جس کی درازی کان کی لو تک تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ دھاری دار کپڑا زیب تن کیا ہوا تھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ براء ابن عاذبؓ کی اس بات کو حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ شاعرِ رسول اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا:

احسن منک لم تر قط عینی - و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأً من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

امام طبریؒ نے نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کو اپنی مایا ناز تصنیف ''سیرۃ سید البشر'' میں ذکر ہیں کا ترجمہ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے کیا ہے جو مختصر اور اتنا جاندار ہے کہ خود بخود پڑھنے ہوئے آنکھوں میں آنسوں کی سری بندھ جاتی ہے تو آئے ہم اسی کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات اور حلیہ مبارک وغیرہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم میانہ قد لوگوں میں تھے، نہ زیادہ دراز تھے، نہ ایسے پست قامت تھے کہ کوئی آنکھ آپ کی طرف سے اعراض کرکے دوسری کے طرف راغب ہو، بلکہ آپ متوسط قد والے تھے، دونوں کندھوں کے درمیان کا رنگ سفید تھا جس میں سرخی جھلکتی تھی بعض نے کہا ہے کہ: اس میں بجائے سرخی کے سنہرا پن تھا، خالص سفید چونے کی طرح نہیں تھا، نہ بالکل گندمی تھا جس میں سانولا پن ہو۔ بال مبارک گھونگھریالے تھے، جب دراز ہوتے تو کانوں کی لو تک پہنچ جاتے، جب قصیر ہوتے تو کانوں کے نصف تک رہتے، سفیدی سر اور ریش مبارک میں بیس بالوں تک بھی نہیں پہنچی تھی۔ گردن مبارک گویا چمکدار صاف خوشنما چاندی یا ہاتھی دانت کی مورت تھی، چہرۂ انور روشن تھا چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، تمام اعضاء نہایت معتدل اور مناسب تھے، سر مبارک اچھا بڑا تھا، بال گنجان تھے، سر کے بال اڑے نہیں تھے، چہرہ مبارک دبلا نہیں ہوا تھا، بل کہ ہمیشہ تروتازہ اور بارونق رہا۔

آنکھوں کی سیاہی نہایت عمدہ اور تیز تھی، مژگان دراز تھیں، آواز میں قوت اور گرج تھی، گردن میں خوشنما درازی تھی، ریش مبارک گنجان تھی۔

خاموشی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وقار طاری رہتا تھا، تکلم فرماتے رونق اور نور کا غلبہ ہو جاتا، دور سے دیکھو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بارونق اور جمیل۔ نزدیک سے دیکھو تو سب زیادہ شیریں اور حسین، بات میں رس اور مٹھاس تھی، بات بہت زود فہم درمیانہ درجہ کی اور صاف ہوتی تھی، نہ بالکل مختصر نہ زیادہ لمبی، الفاظ گویا کہ بیش بہا موتی ہیں جو ایک ایک کر کے پروئے ہوئے ہیں۔

پیشانی مبارک کشادہ، ابرو گنجان کشیدہ باریک، لیکن دونوں ابرو ملے ہوئے نہیں تھے، بل کہ ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کی حالت میں ابھر آتی تھی۔ ناک بلندی مائل تھی، اس پر ایک شعلہ نما چمک تھی، اول وہلہ میں دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ کی ناک ہی اتنی اونچی ہے۔

آنکھ کی پتلی خوب سیاہ تھی، دہن مبارک کشادہ تھا، دندان مبارک آبدار تھے، سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی، سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے تلوار کی دھار، سینہ اور شکم مبارک پر اس کے علاوہ بال نہیں تھے، کندھوں اور بازوؤں پر بال تھے۔

آپ جسیم تھے، اور بدن گٹھا ہوا تھا، آپ کا سینہ اور شکم دونوں ہموار تھے، چکنا اور صاف تھا، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، جسم مبارک کا کھلا ہوا حصہ چمکدار تھا، سینہ فراخ تھا، کلائیاں دراز تھی، ہتھیلی کشادہ، ہاتھ اور پیر خوب گوشت سے پر تھے، انگلیاں اچھی لمبی تھی، قد مبارک بالکل سیدھا تھا، تلوے گہرے تھے، قدم چکنے اور صاف تھے، جن پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں ٹھہرتا تھا، چلتے وقت قدم قوت سے اٹھاتے اور کسی قدر آگے کو جھوک کر تیزی اور نرمی سے چلتے تھے، چلتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں، کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے متوجہ ہوتے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے مسہری کی گھنڈی ہو یا کبوتری کا بیضاء ہو، اس کا رنگ جسم مبارک ہی جیسا تھا، اس پر تل تھے، پسینہ مبارک ایسا تھا جیسے موتی، پسینہ مبارک کی خوشبوں مشکِ اذفر کی خوشبوں سے زیادہ نفیس تھا، آپ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا تھا کہ: میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا شخص نہیں دیکھا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلءحمراء پہنے ہوئے دیکھا تو آپ سے زیادہ حسین میں نے کوئی شئی کبھی نہیں دیکھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی لا سے زیادہ نرم نہ کسی ریشم کو مس کیا نہ دیباج کو، اور آپ کی خوشبوں سے عمدہ کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی، اور انہیں سے روایت ہی کہ: حضرت ابوبکرؓ جب آپ کو دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے:

أمينٌ مُصطفےٰ بالخير يدعو كضوء البدر زايله الظلام

ترجمہ: آپ امانت دار ہیں، چنیدہ ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں، جیسے چودھویں رات کے چاند کی روشنی سے تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں: حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمرؓ، زہیر بن اَبی سلمٰی کا یہ شعر:

لو كنت من شئی سوی البشر كنت مضيء لیلة البدر

ترجمہ: اگر آپ بشر کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتے، بو چودھویں رات کو روشن کرنے والے ہوتے، پھر حضرت عمرؓ اور ان کے ہم مجلس کہتے کہ: یہ شان تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، کسی اور کی نہیں تھی،

آپ کی شان میں آپ کے چچا ابوطالب کہتے ہیں:

وأبيض يستسقىٰ الغمام بوجهه ثمال اليتامىٰ عصمةٌ للأرامل

يطيف به الهلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فضائل

ميزان حق لا يخيس شعيرة و وِزان عدل وزنه غير عائل

ترجمہ: آپ خوشنما سفید رنگ والے ہیں، آپکی برکتوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے، آپ یتیموں پر رحم کرنے والے اور بیواؤں کی حفاظت کرنے والے ہیں، آل ہاشم کے ہلاک ہونے والے لوگ آپ کے پاس آ کر ٹھہرتے ہیں، تو وہ آپ کے پاس خوش عیشی اور فضائل میں ہیں، آپ حق کی ترازو ہیں، ایک جو کی بھی کمی نہیں کرتے، اور انصاف کے ساتھ وزن کرنے والے ہیں، آپکا وزن کرنا ذرا بھی زیادتی نہیں کرتا، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وصحبہ وسلم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ معنویہ:

جس میں صحابہ کے ساتھ اخلاق کریمانہ گذران، خود اپنے متعلق اور صحابہ کے ساتھ برتاؤ، آپ کے بیٹھنے، عبادت کرنے، سونے، بات چیت کرنے، ہنسنے، کھانے پینے، لباس، خوشبو، سرمہ، کنگھا کرنے، مسواک کرنے، حجامت، خوش طبعی فرمانے کا ذکر ہے۔

حضرت عائشہ سے آپؐ کے خلق کے متعلق دریافت کیا گیا؟ تو جواب آپ کا خلق قرآن (پر عمل) تھا، جس سے قرآن ناراض اس سے آپ ناراض، جس سے قرآن راضی اس سے آپ راضی۔ آپ کا غصہ اور انتقام اپنے نفس کی خاطر نہیں ہوتا تھا، لیکن اللہ کے حرام کی ہوئی چیزوں کی ہتک ہوتی تو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے اور غصہ فرماتے، اور جب آپ غصہ فرماتے تو کوئی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

آپکا سینہ مبارک سب سے زیادہ سخت اور گھمسان کی لڑائی کے وقت ہم آپ کی پناہ میں اپنا بچاؤ تلاش کیا کرتے تھے۔

سب سے زیادہ سخی اور جواد تھے کبھی آپ نے سوال کے جواب میں ''لا'' نہیں فرمایا، جود و سخا کا زیادہ زور ماہ

رمضان المبارک میں ہوتا تھا۔ دینار و درہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں رات کو گذارہ نہیں کر سکتے تھے، اگر کبھی کچھ بچ گیا اور لینے والا نہیں مل سکا اور اسی حالت میں رات ہو گئی، تو آپ شب باشی کے لیے دولت خانہ پر تشریف نہیں لاتے تھے۔ جب تک وہ بچا ہوا کسی حاجت مند کو دے کر فارغ البال نہ ہو جاتے۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرماتے آپ اس میں صرف (سال بھر کے خرچ کے لیے) اتنی مقدار رکھا لیتے جو آپ کے لیے انتہائی ضرورت کی حالت میں کفایت کرتی، وہ بھی بہت معمولی درجہ کی چیز جیسے کھجور اور جو، اور باقی سب کا سب اللہ کی راہ میں صرف فرماتے، اور اپنی ذات کے لیے بطور ذخیرہ کچھ بھی نہ رکھتے تھے، پھر اپنے اہل کی بقدر حاجت روزی میں سے بھی ایثار فرماتے، حتیٰ کہ بسا اوقات سال بھر گذرنے سے بھی پہلے ہی پہلے وہ ختم ہو کر احتیاج ہو جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ پابند عہد، باوفا، سب سے زیادہ نرم طبیعت تھے، آپ کا قبیلہ سب سے زیادہ باکرامت تھا (۳) آپ مخدوم و مطاع تھے کہ خدام خدمت کے متمنی اور اطاعت کیلئے بسر و چشم حاضر تھے

آپ ترش رو سخت مزاج نہیں تھے۔ آپ عظیم القدر اور معظم تھے، سب سے زیادہ حلیم تھے۔ پردہ نشین کنواری سے زیادہ باحیا تھے، کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے نیچی نگاہ رکھتے تھے، نظر مبارک زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی، آسمان کی طرف کم اٹھتی تھی، عامۃً گوشۂ چشم سے جلدی سے دیکھنے کی عادت تھی۔

سب سے زیادہ متواضع، منکسر المزاج تھے، غنی، فقیر، شریف، ادنیٰ، حر، عبد، جو بھی دعوت پیش کرتا قبول فرما لیتے، فتح مکہ کے روز جب حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے واسطے خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے، تو ارشاد فرمایا کہ: "ان بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی! ان کو وہیں رہنے دیتے، میں خود ان کے مکان پر ان کے پاس چلا جاتا" جواب میں عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت کے یہی زیادہ مستحق ہیں۔

آپ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تھے، پانی کا برتن شفقۃً بلّی کے لیے جھکا دیتے تھے، جب تک وہ سیراب نہ ہو جائے برتن ہٹاتے نہ تھے، عین نماز کی حالت میں کسی بچہ کی رونے آواز سنتے، اور اس کی ماں آپ کے پیچھے نماز میں ہوتی، تو آپ شفقۃً نماز میں تخفیف فرما دیتے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ عفیف تھے، اپنی منکوحہ، محرم، باندی کے علاوہ کسی عورت کو دست مبارک نے نہیں چھوا۔

اپنے اصحاب کا اکرام کرنے میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے، کبھی کسی مجلس میں آپ کو کسی کی طرف پیر پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا، جب ان کے لیے جگہ میں تنگی ہو جاتی، تو آپ (سکڑ کر) ان کے لیے گنجائش نکال لیتے، آپ کے گھٹنے کبھی کسی ہم نشین کے گھٹنے سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا، تو غیر معمولی وقار کی وجہ سے ہیبت زدہ ہو جاتا، اور جو شخص میل جول کر کے آپ سے ربط پیدا کرتا، تو انتہائی کمالات ظاہرہ و باطنہ کی وجہ سے آپ

کا گرویدہ ہو جاتا۔

آپ کے رفقاءآ آپ کی صحبت میں آپ کے اردگرد جمع رہتے تھے اگر آپ کچھ فرماتے تو سب سننے کے لیے خاموش ہو جاتے، اگر کوئی حکم دیتے تو سب تعمیل کے لیے پھرتی کرتے۔آپ اپنے اصحاب کو چلتے وقت آگے بڑھا کر خود پیچھے ہو جاتے، جو بھی ملتا آپ ابتداء بالسلام فرماتے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ مت کرو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ نے مبالغہ کیا، میں صرف بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ ہی کہا کرو، آپ جس قدر اپنے گھر والوں کے خاطر تجمل فرماتے، تو اصحاب کے خاطر اسے زیادہ تجمل فرماتے، اور ارشاد فرمایا کرتے کہ ''اللہ پاک اپنے بندے کی اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب اپنے بھائیوں سے ملاقات کے لیے نکلے، تو لباس وغیرہ ٹھیک کر کے تجمل کے ساتھ نکلتے''۔

ذ آپ نے اصحاب سے بے فکر اور بے خبر نہ رہتے، بل کہ انکو دیکھ بھال کرتے، اور ان کے حالات کی خیر وخبر دریافت فرمایا کرتے تھے، بیمار کی عیادت کرتے، مسافر کے لیے غائبانہ دعا فرماتے، مرنے والے پر انا للہ پڑھ کر دعا فرماتے، اور جس کو یہ خیال ہوتا کہ آپ جی میں اس سے کچھ ناراض ہیں، تو آپ خود فرماتے کہ:

''شاید فلاں شخص کسی بات کی وجہ سے ہم سے ناراض ہے، یا ہمارا قصور دیکھا ہے، چلو اس کے پاس ہو کر آئیں پھر آپ اس کے مکان پر تشریف لاتے آپ کبھی صحابہ کے باغوں میں تشریف لے جاتے اور جو شخص وہاں آپ کی ضیافت کرتا تو کچھ نوش بھی فرمالیتے''۔

آپ اہل عزت وشرف سے الفت رکھتے، اور اہل علم وفضل کا اکرام فرماتے تھے، اور پیشانی پر بل کسی سے بھی ناراض ہو کر نہیں ڈالتے تھے، اور درشتی وسخت گیری کا برتاو کسی کے ساتھ بھی نہیں کرتے تھے، بغیر پیشگی احسان کے کسی کی ثناء وتعریف کو قبول نہیں کرتے تھے، عذر خواں کے عذر کو قبول کر لیتے تھے، حق کے معاملہ میں آپ کے نزدیک، قوی ضعیف قریب، بعید سب یکساں تھے۔

آپ کسی کو اپنے پیچھے چلنے کے اجازت نہیں دیتے تھے، بل کہ اس کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیتے تھے، ''یہ جگہ ملائکہ کیلئے چھوڑ دو'' اور بحالت سواری کسی کو اپنے ہم رکاب پیدل چلنے کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے، بل کہ اس کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیتے تھے، اگر وہ انکار کرتا تو فرماتے کہ: ''جہاں جانا ہو مجھ سے آگے چلے جاؤ''۔

قُبا تشریف لے جانے کے لیے ننگی کمر حمار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، اور حضرت ابو ہریرہؓ آپ کے ساتھ تھے، تو ارشاد فرمایا کہ: ''اچھا آجاؤ، تم بھی سوار ہو جاؤ'' حضرت ابو ہریرہؓ میں کافی وزن تھا، چڑھنے کے لیے اچھلے مگر نہیں چڑھ سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گیے، جس سے دونوں گرے، پھر سوار ہوئے اور فرمایا کہ: ''ابو ہریرہؓ! تمہیں بھی سوار کر لوں؟'' عرض کیا، جیسے رائے عالی ہو، فرمایا کہ ''اچھا چڑھ جاؤ'' وہ نہیں چڑھ سکے بل کہ حضور کے ساتھ

لے کر گرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار کرنے کے لیے پوچھا؟ تو ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، کہ تیسری دفعہ میں آپ کو نہیں گراؤں گا، لہٰذا اب سوار نہیں ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ کے باندیاں غلام بھی تھے، مگر آپ لباس وطعام میں ان سے برتر ہو کر نہیں رہا کرتے تھے، اور جو بھی آپ کی خدمت کرتا آپ بھی اسکی خدمت فرماتے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تقریباً دس برس آپ کی حدمت کی، خدا کی قسم سفر حضر جہاں بھی مجھے خدمت کا موقعہ ملا ہے تو جس قدر میں نے آپ کی خدمت کی آپ نے اس سے زیادہ میری خدمت کی ہے، اور مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایا، اور جو کام بھی میں نے کرلیا اس پر کبھی نہیں فرمایا کہ، ایسا کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس پر کبھی نہیں فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے ایک بکری پکانے کی تجویز ہوئی، ایک شخص نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرا بولا کہ اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ تیسرے نے کہا اس کا پکانا میرے ذمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں اکھٹا کرنا میرے ذمہ آپ کے رفقاء نے عرض کیا کہ حضور یہ بھی ہم ہی آپ کی طرف سے کر لیں گے آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم میری طرف سے کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہے، میں اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہوں اور اللہ پاک کو بھی ناپسند ہے اپنے بندے کی یہ بات کہ وہ اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور خود لکڑیاں جمع فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں نماز کے لیے اترے اور مصلے کی طرف بڑھے پھر لوٹے، عرض کیا گیا کہ کہاں کا ارادہ فرمالیا ہے ارشاد فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھتا ہوں، عرض کیا کہ اتنے سے کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے، ہم خدام ہی اس کو باندھ دیں گے، ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے لوگوں سے مدد طلب نہ کرے، اگرچہ مسواک توڑنے میں ہو"۔

ایک روز آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھجوریں نوش فرمارہے تھے، کہ صہیبؓ آشوب چشم کی وجہ سے ایک آنکھ کو ڈھانکے ہوئے آگئے، سلام کر کے کھجوروں کی طرف جھکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "آنکھ تو دکھ رہی ہے اور شیرینی کھاتے ہو؟" عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اپنی اچھی آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں، اس پر حضور کو ہنسی آگئی۔ ایک روز رطب نوش فرمارہے تھے، کہ حضرت علیؓ آگئے، ان کی آنکھ دکھ رہی تھی، وہ بھی کھانے کے لیے قریب ہو گئے، ارشاد فرمایا کہ: آشوب چشم کی حالت میں بھی شیرینی کھاؤ گے؟" وہ پیچھے ہٹ کر ایک طرف جا بیٹھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہے تھے، آپ نے ان کی طرف کھجور پھینک دی، پھر ایک اور پھر ایک، اور اسی طرح سات کھجوریں پھیکیں فرمایا کہ: "تم کو کافی ہیں، جو کھجور طاق عدد کے موافق

کھائی جائے وہ مضر نہیں''۔

ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید کا ایک پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا، جب کہ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف فرما تھے، حضرت عائشہ نے اس پھینک کر توڑ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پیالہ میں اکٹھا کرنے لگے: ''تمہاری ماں کو غیرت آگئی غیرت آگئی''۔

ایک دفعہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو قصہ سنایا، ایک نے ان سے کہا کہ: یہ ایسی بات ہے جیسی خرافہ کی بات! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جانتی بھی ہو خرافہ کیا تھا؟ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا آدمی تھا، زمانہ جاہلیت میں جنات نے اسے قید کرلیا تھا، وہ زمانہ دراز تک ان میں رہا، پھر وہ اسے انسانوں میں چھوڑ گئے تھے، اور جو کچھ عجائبات اس نے وہاں دیکھے تھے وہ لوگوں سے بیان کیا کرتا، تو لوگ کہا کرتے کہ: یہ تو خرافہ کی بات ہے''۔

جب آپ دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تو وہاں کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما دیتے، ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لیے، ایک حصہ: اپنے نفس کے لیے، ایک حصہ: اپنے اہل کے لیے، پھر جو حصہ اپنے نفس کے لیے تجویز فرماتے، اس کو اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے، اور خواص کے ذریعہ سے اس وقت میں عوام کی حاجات پوری فرماتے۔

جو وقت آپ نے امت کے لیے تجویز فرمایا تھا، اس میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ: (ان آنے والوں میں) اہل فضل کو (حاضری کی اجازت میں) ترجیح دیتے تھے، اور جس قدر دین کے اعتبار سے کسی کو فضیلت ہوتی اسی قدر اس پر وقت بھی زیادہ صرف فرماتے، کسی کی ایک حاجت، کسی کے دو، کسی کی زائد، آپ ان میں لگے رہتے، اور دیگر صحابہؓ کو بھی مشغول فرمالیتے، اور حوائج پورا کرنے کی ہدایت دیتے، اور تدبیریں بیان فرماتے رہتے، اور ارشاد فرماتے کہ: ''جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچادے، اور ایسے لوگوں کی حاجات مجھ تک پہنچادو جو خود نہیں پہنچا سکتے، تو اللہ پاک قیامت کے روز اس کو ثابت قدم رکھیں گے'' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی قسم کی چیزوں کا ذکر ہوتا تھا'' اور اس کے علاوہ دوسری باتیں وہاں قبول نہ ہوتی تھیں۔

لوگ طلبِ علم کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے، اور ایک عجیب ذوق لے کر نکلتے، دوسروں کے لیے دلیلِ خیر اور ہادی بن کر نکلتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ میں الفت پیدا فرماتے تھے، نفرت سے بچاتے تھے، قوم کے ہر کریم کا اکرام فرماتے، اور اسی کو ان پر والی بناتے تھے، قوم کے بہترین افراد کو آپ سے زیادہ قرب ہوتا تھا، آپ کے نزدیک افضل وہ تھا عام خیر خواہی اور نصیحت کرتا، آپ کے نزدیک بڑا رتبہ اس کا تھا جو مواساۃ اور بہتر طریق پر کرتا۔

آپ کی نشست خواست بغیر ذکر الٰہی کے نہیں ہوتی تھی، جب آپ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو کنارۂ مجلس ہی بیٹھ جاتے، صدرِ مقام پر پہنچنے کی کوشش نہ فرماتے، اور آپ کے حسنِ معاشرہ کی بنا پر ہر شریکِ مجلس یہ سمجھتا تھا

کہ میرا اکرام سب سے زیادہ فرمایا ہے۔

جب کوئی شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہو بیٹھتا، تو جب تک وہ خود نہ اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اٹھتے، لا یہ کہ کوئی جلدی کا کام درپیش ہو، ت اس سے اجازت لیتے، کسی سے کوئی ایسا برتاؤ نا فرماتے جو اس کے لیے باعثِ گرانی ہوں۔

کبھی کسی خادم کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو مارا، بل کہ کسی کو بھی علاوہ جہاد کے نہیں مارا۔

آپ صلہ رحمی فرماتے، مگر اس سے افضل و اعلیٰ پر ترجیح نہیں دیتے۔

برائی کا بدلہ بھی برائی سے نہ دیتے، بل کہ معاف اور درگزر فرماتے تھے۔

بیمارروں کی عیادت فرماتے، مساکین سے محبت اور مجالست رکھتے تھے، ان کے جنازوں میں شریک ہوتے، کسی کو فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے، کسی بادشاہ سے بادشاہت کی بنا پر مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

نعمتِ خداوندی کی تعظیم فرماتے تھے، اگر چہ وہ کم ہو اور کسی طرح اس کی مذمت روا دار نہیں تھے۔

پڑوسی کے حق کی حفاظت فرماتے، مہمان کا اکرام کرتے، اور اکرام کی خاطر اپنی چادر اس کے لیے بچھا دیتے جس مرضعہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا ایک روز وہ آ گئی تو آپ نے اپنی چادر اس کے لیے بچھائی اور مرحبا کہہ کر، اس پر اس کو بٹھایا۔

سب سے زیادہ تبسم فرماتے، اور سب سے زیادہ بشاش اور ہنس مکھ رہتے حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفکر تھے، آپ جو وقت بھی گذرتا، اللہ کے کسی عمل میں گذرتا، یا اپنی حوائج ضروریہ میں یا اپنے اہل کی ضروریات میں۔ جب بھی آپ کو دو چیز کو اختیار دیا گیا تو آپ نے امت پر شفقت و رحم کی خاطر ہلکی اور آسان چیز کو اختیار فرمایا البتہ قطع رحمی سے حد درجہ اجتناب فرمایا۔

آپ اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے اور اپنے کپڑے میں پیوند بھی خود ہی لگا لیتے گھر کے معمولی چھوٹے کام بھی کر لیتے گوشت بھی سب کے ساتھ بیٹھ کر کاٹ لیتے تھے گھوڑے خچر گدھے پر سوار بھی ہو جاتے، اپنے پیچھے اپنے اور کو بھی بٹھا لیتے، اپنے گھوڑے کا منہ اپنی آستین اور چادر کے پلے سے پونچھ لیتے۔ لاٹھی پر ٹیک لگاتے اور ارشاد فرماتے کہ: ''لاٹھی پر ٹیک لگانا اخلاقِ انبیاء میں سے ہے''، بکریاں بھی چراتے اور فرماتے کہ: ''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں''۔

نبوت عطا ہونے کے بعد آپ نے اپنا عقیقہ بھی کیا، اور اپنے گھر کے کسی بچہ کے عقیقہ کو ترک نہیں کیا، پیدائش سے ساتویں روز بچے کا سر مونڈتے اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔

فالِ نیک کو آپ پسند فرماتے تھے، اور بدفالی کو ناپسند اور ارشاد فرماتے کہ،، ہم میں سے ہر شخص اپنے جی میں بدفالی کا اثر پاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسکو کھو دیتے ہیں۔ جب آپ کو کوئی پسندیدہ چیز پیش آتی تو فرماتے: الحمد للہ رب العلمین اور جب ناگوار چیز پیش آتی تو فرماتے: ''الحمدالله علی کل حال''۔

اور جب کھانا بعد فراغت آپ کے سامنے سے اٹھایا جاتا ہے، تو فرماتے: الحمد للہ الذی اطعمنا و

سقانا و جعلنا مسلمین ،اور یہ فرمانا بھی منقول ہے:''الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مُکْفًی و لا مودعٍ ولا مستغنًی عنه ربَّنا''۔

جب آپ کو چھینک آتی، تو آواز پست فرماتے، اور ہاتھ یا کپڑے سے چہرۂ مبارک کو چھپا لیتے، اور ''الحمدللہ'' فرماتے۔

آپ کی نشست اکثر قبلہ رو ہوتی، اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر کے اس طرح بیٹھتے کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں ڈال کر گویاں رانوں میں اور گھٹنوں کو باندھ دیا ہے، ذکر زیادہ کرتے، بے فائدہ بات نہ فرماتے، نماز طویل اور خطبہ مختصر فرماتے، ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ استغفار پڑھتے۔ شروع شب میں سو جاتے، پھر آخیر شب میں قیام فرماتے، پھر وتر پڑھتے، اور اپنے بستر پر تشریف لاتے، پھر جب اذان سنتے فوراً اٹھتے، اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے، نماز نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھتے اور کبھی بیٹھ کر بھی پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے اکثر بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔ اور آپ کے اندرون سے نماز کی حالت میں رونے کی وجہ سے ایسی آواز سنائی دیتی تھی' جیسی ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز۔

پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے، اور یوم عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ رکھتے اور جمعہ کو کم افطار فرماتے، اور آپ کے روزوں کے کثرت شعبان میں ہوتی تھی۔

آپ کی آنکھیں سویا کرتی تھی اور قلب مبارک انتظار وحی میں جاگتا رہتا تھا، سوتے وقت سانس کی آواز ہوتی تھی، خراٹے نہیں لیتے تھے، جب خواب میں ناگوار چیز دیکھتے تو فرماتے:''هو الله لا شریک له''۔ جب سونے کے لیے لیٹتے تو داہنی ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھتے اور پڑھتے ''رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک'' اور یہ بھی پڑھتے:''اللهم باسمک اموت احیا'' اور جب بیدار ہوتے تو پڑھتے:''الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النشور''۔

جب گفتگو فرماتے تو نہایت واضح کلام فرماتے' یہاں تک کہ پاس بیٹھنے والا اس کو یاد کر لیتا، اور بات کو تین دفعہ فرماتے تاکہ پورے طور پر سمجھ میں آجائے، زبان مبارک کو محفوظ رکھتے، بلا حاجت کلام نہ کرتے اور کلام فرماتے تو جوامع الکلم فرماتے، آپ کا کلام فصل ہوتا تھا، جس میں نہ مقصود سے زیادتی ہوتی نہ کمی، کبھی بطور مثال کے کوئی شعر بھی پڑھتے، یہ شعر بھی پڑھتے: ☆وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ☆

ترجمہ: عنقریب ظاہر کر دے گا تیرے زمانہ اگر تو جاہل ہے، اور لے وہ شخص جس کو تو نے توشہ نہیں دیا۔

اس کے علاوہ اور بھی شعر آپ نے پڑھا ہے۔

آپ کی ہنسی عام طور پر مسکراہٹ کی صورت سے ہوتی تھی، اور کسی عجیب چیز کی وجہ سے آپ کو ہنسی بھی آ گئی اور دندان مبارک ظاہر ہو گئے، مگر کھل کھلا کر قہقہ کی طرح آپ نہیں ہنستے تھے۔

کبھی کسی کھانے کا آپ نے عیب نہیں بیان فرمایا، رغبت ہوئی تو نوش فرمالیا، ورنہ نہیں۔ آپ تکیہ لگا کر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے، نہ خوان پر نوش فرماتے تھے، کسی مباح (جائز) چیز سے بلاوجہ انکار نہ فرماتے تھے، ہدیہ نوش فرماتے اس کی مکافات (بدلہ دینا) فرماتے، صدقہ نوش نہیں فرماتے تھے، کھانے پینے میں کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے، جو مل جاتا نوش فرمالیتے، کھجور مل جاتی وہی نوش فرمالیتے، روٹی ملتی، گوشت ملتا، وہی نوش فرمالیتے، دودھ ملتا تو اسی پر اکتفا فرمالیتے، چپاتی تو وفات تک نوش نہیں فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نوش نہیں فرمائی، آپ کے گھر والوں پر مہینہ اور دو مہینہ کا عرصہ گذر جاتا اور آپ کے کسی گھر میں آگ تک جلنے کی نوبت نہ آتی، ان کا گذران کھجور اور پانی پر تھا۔

بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، حالانکہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائیں، مگر آپ نے ان کے قبول کرنے انکار کردیا، اور ان کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار فرمایا۔

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لاتے تو دریافت فرماتے کہ: ''کچھ کھانے کو ہے؟'' وہ عرض کرتیں کہ: کچھ نہیں، تو آپ فرماتے کہ: ''اچھا میرا روزہ ہے'' ایک روز تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو ایک ہدیہ آیا ہے، آپ نے فرمایا کہ: ''کیا ہے'' عرض کیا کہ حَیس (کھجور، ستو، اور گھی سے تیار شدہ ایک قسم کا کھانا) ہے، ارشاد فرمایا کہ: ''میں تو روزہ کی نیت کر لی تھی''، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پھر آپؐ نے نوش فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی سرکہ سے بھی نوش فرمائی، اور فرمایا: ''سرکہ بڑا اچھا سالن ہے''۔ آپ نے مرغی اور تیتر کا گوشت بھی نوش فرمایا، لوکی رغبت سے نوش فرماتے تھے، بکری کا بونگ (بکری کے دست گوشت) کا گوشت بھی مرغوب تھا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: بہترین گوشت، کمر کا گوشت ہے''۔ ارشاد فرمایا کہ:

''روغن زیتون کھاؤ اور اسے مالش میں بھی استعمال کرو یہ شجرۂ مبارکہ سے نکلا ہے''۔ آپ کو کھرچن بھی مرغوب تھی، آپ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے اور ان کو چاٹ بھی لیتے۔

حضرت سلمی رضی اللہ عنہا زوجہ ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور ابن عباس اور ابن جعفر (رضی اللہ عنہم) ان کے پاس آئے اور فرمائش کی کہ: ہمارے لیے ایسا کھانا تیار کرو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا اور خوش ہو کر اسے نوش فرمایا کرتے تھے، وہ کہنے لگیں کہ: بیٹو، وہ کھانا آج ہمیں مرغوب نہیں۔ انہوں نے کہا کہ: نہیں ضرور تیار کرو، چناں چہ وہ اٹھی اور جو پیس کر ہانڈی میں ڈالدے اور اوپر سے کچھ روغن زیتون ڈال دیا، اور سیاہ مرچ اور لونگ

کوٹ کراس پر چھڑک دی، اور سامنے لاکر رکھ دیا، اور کہا: یہ کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا اور خوش ہو کر نوش فرمایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی خشک کھجور سے نوش فرماوئی، اور فرمایا: ''یہ (یعنی کھجور) اس کا سالن ہے'' اور تربوز تر کھجور سے اور ککڑی تر کھجور سے اور ہارہ مکھن سے، اور آپ کو شیرنی و شہد مرغوب تھا۔

آپ پانی بیٹھ کر پیا کرتے، اور بسا اوقات کھڑے ہو کر پیا اور آپ پینے کے درمیان پانی کے برتن کو تین بار منہ سے جدا کر کے سانس لیتے اور جب چاہتے کہ بچا ہوا پانی صحابہ کو عنایت فرمادے، تو اپنی داہنی جانب سے ابتدا فرماتے)

آپ ﷺ نے دودھ پیا اور ارشاد فرمایا: ''جب اللہ کسی کو کوئی کھانا عطاء فرماوے تو اس طرح دعا فرمائے: اللھم بارک لنا فیه واطعمنا خیرا منه، اور جس کو اللہ تعالی دودھ پیلائے وہ اس طرح دعا کرے: اللھم بارک لنا فیه وزدنا منه، اور فرمایا کہ: دودھ کے علاوہ کوئی چیز کھانے اور پینے دونوں کے قائم مقام نہیں ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوف کا لباس بھی استعمال فرماتے، اور پیوند لگی ہوئی جوتی بھی پہن لیتے تھے لباس میں کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے، جو مل جاتا پہن لیتے، کبھی پرانی چھوٹی چادر، کبھی یمانی سبز سرخ چادر، کبھی صوف کا جبہ، سبتی (سبتی جوتہ: بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ) جوتہ پہنتے تھے، اور اسی میں وضو بھی کر لیتے آپ کے کوتوں میں جو تسمے تھے، پہلا وہ شخص جس نے جوتے میں گرہ لگائی حضرت عثمانؓ ہیں یمنی چادر آپ کو زیادہ پسند تھی جس میں سفید سرخی ہوتی تھی کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا۔

جب کوئی نیا کپڑا استعمال فرماتے تو اس کا نام: عمامہ یا کرتہ یا چادر، یہ دعا پڑھتے: اللھم لک الحمد کما البسته، اسالک خیره و خیر ما صنع له، و اعوذ بک من شره و شر ما صنع له۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز دھاری کا کپڑا بھی پسند تھا، آپ کو یہ بات بھی پسند تھی کہ آپ کے کرتہ کی گھنڈی (گریبان کا بٹن)، کھلی رہے، کبھی محض صوف کا کمبل آپ نے اوڑھا اور اس میں نماز پڑھی' اور لنگی باندھ کر بغیر کسی دوسرے کپڑے کے آپ نے نماز پڑھی، اور لنگی اس طرح باندھی کہ اس کے دونوں کنارے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان باندھ لیے۔

عمامہ کے نیچے آپ ٹوپی بھی پہنتے، اور کبھی صرف ٹوپی پہنتے بغیر عمامہ کے، اور کبھی صرف عمامہ استعمال کرتے بغیر ٹوپی کے۔ لڑائی کے موقعہ پر کانوں والی ٹوپی استعمال فرماتے، کبھی اس ٹوپی کو اتار کر سامنے رکھتے اور سترہ بنا کر نماز پڑھتے' کبھی بلا ٹوپی بلا عمامہ بلا چادر پیدل چل کر مدینہ منورہ کے آخری حصہ تک جا کر بیماروں کی عیادت کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے اور شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے' حضرت علیؓ فرماتے ہیں میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھوں پر چھوڑا، اور فرمایا کہ (عمامہ مسلمانوں اور کافروں کے

درمیان فرق کرنے والا ہے"۔ جمعہ کے روز آپ عمامہ باندھتے اور سرخ دھاری والی چادر اوڑھے تھے۔

آپ ﷺ چاندی کی انگوٹھی پہنتے، اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا اس کا نقش **"محمد رسول الله"** تھا، یہ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں ہوتی تھی کبھی بائیں ہاتھ میں بھی پہنتے تھے، اس کا نگ ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا۔

آپ کو خوشبو مرغوب تھی، بدبو سے نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ: "اللہ تعالی نے میری لذت عورتوں اور خوشبو میں رکھ دی ہے، اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنادی"۔ غالیہ اور مشک کی خوشبو استعمال فرمایا کرتے حتی کہ اس کی چمک سر مبارک میں مانگ کی جگہ محسوس ہوا کرتی تھی، عود بھی سلگایا کرتے اور اس پر کافور بھی ڈالتے تھے، شب تاریک میں خوشبو کی مہک کی وجہ سے پہچان لیے جاتے تھے۔

اِثمد کا سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے ہر شب تین تین سلائی ہر آنکھ میں لگاتے، کبھی تین داہنی آنکھ میں اور دو بائی میں، روزہ کی حالت میں بھی سرمہ لگایا ہے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اثمد کا سرمہ لگایا کرو، وہ بینائی کو جلا دیتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے"۔ سر اور ریش مبارک میں تیل کثرت سے لگاتے، اور کنگھا تیسرے روز کرتے، کنگھا کرنے، جوتا پہننے، پاکی حاصل کرنے بل کہ تمام کام داہنی جانب سے شروع کرنے کی کو پسند فرماتے۔

آئینہ بھی دیکھا کرتے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پیالہ میں پانی رکھا ہوتا تو اس میں دیکھ کر بالوں کو درست فرماں لیتے۔ سفر میں یہ چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتی تھیں: تیل کی شیشی، سرمہ دانی، آئینہ، کنگھا قینچی، مسواک، سوئی، تاگہ۔ اپنے کپڑے بھی سی لیتے اور اپنی جوتی بھی گانٹھ لیتے۔ اراک کے مسواک کرتے، جب نیند سے اٹھتے تو دہن مبارک کو مسواک سے صاف کرتے، رات میں تین مرتبہ مسواک کرتے: سونے سے پہلے، سوکر، اٹھ کر، نماز فجر کیے لیے نکلتے وقت۔

دونوں کندھوں کے درمیان (اور گردن کی دونوں جانب) دو رگوں میں آپ نے پچھنے بھی لگوائے (فاسد خوان نکلوانا) بحالتِ احرام پشت پا پر موضع مَلَل (مدینہ طیبہ سے ۲۸ رمیل دور مکہ معظمہ کے راستہ پر ایک جگہ) میں بھی پچھنے لگوائے ہیں، ۱۷/ ۱۹/ ۲۱/ تاریخ کو پچھنے لگواتے تھے۔

آپ خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے مگر بات سچی ہی فرمایا کرتے ایک روز ام سلیم کے پاس تشریف لائے ان کا ایک بیٹا ابوطلحہ سے تھا، اس کا نغیر (نغیر ایک قسم کا چھوٹا پرندہ) مرگیا تھا، آپ نے فرمایا: **یا أبا عمیر! ما فعل النغیر؟** اے ابوعمیر! کیا کیا لال چڑیا نے؟

ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ دے دیجئے، فرمایا کہ: "اونٹنی کا بچہ تجھکو سواری کے لیے دوں گا" اس نے کہا کہ: وہ تو مجھے اٹھا بھی نہیں سکے گا! آپ فرمایا کہ: "میں تجھے سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا" (اس نے کہا: وہ تو مجھے اٹھا بھی نہیں سکے گا! پھر لوگوں نے اسے کہا

کہ: اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے)۔

ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ: حضور! میرا خاوند بیمار ہے اور آپ کی زیارت کو تڑپ رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ: ''تیرا شوہر وہی ہے نا، جس کی آنکھ میں سفیدی ہے!''۔ عورت واپس آئی اور شوہر کی آنکھ کھول کر دیکھنے لگی، شوہر نے پوچھا: کیا دیکھتی ہے؟ اس نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے، اس پر شوہر نے کہا کہ: ناس گئی! سفیدی تو سب کی آنکھ میں ہوتی ہے۔

ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھیجے، ارشاد فرمایا: ''اے امّ فلاں! جنت بوڑھی عورتوں کی جگہ نہیں وہاں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی، وہ عورت روتی ہوئی واپس ہونے لگی، تو ارشاد فرمایا کہ: ''اسے کہہ دو یہ بڑھاپے کی حالت میں جنت نہیں جائے گی، اللہ پاک نے فرمایا کہ: ہم نے ان کو نئی پیدائش عطا کی، اور ان کو کنواری محبوبہ ہم عمر بنا دیا ہے اصحاب یمین کے لیے''۔ (سورۂ واقعہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دفعہ دوڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر مار کر فرمایا کہ: ''یہ اس کا بدل کا بدل ہو گیا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف لاتے ایک شخص کی پشت کی طرف سے، جس کا نام زاہر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت فرماتے تھے، آپؐ نے دونوں ہاتھ اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ لیے اور اس نے نہیں پہچانا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: کوئی ہے جو اس غلام کو خرید لے؟'' وہ اپنی کمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگا اور کہنے لگا کہ: حضور، آپ مجھے نکما (سستا اور کم قیمت) پائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لیکن تو اپنے خدا کے نزدیک تو نکما نہیں ہے''۔

حضورﷺ نے حضرت حسین کو بچوں کے ساتھ گلی میں دیکھا، آپﷺ آگے بڑھے تو حضرت حسینؓ ادھر ادھر بھاگنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہنساتے تھے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا، اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا، دوسرا ان کے سر کے اوپر حضور اکرمﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ پاس تشریف لے جاتے، اور لڑکیاں ان کے پاس کھیلتی ہوتیں، جب وہ آپ کو دیکھتیں تو ادھر ادھر متفرق (جدا جدا ہو جاتیں) ہو جاتیں، پھر آپ ان کو گھیر کر ان کے پاس بھیجتے۔

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''عائشہ کیا ہے؟'' کہنے لگیں کہ: یہ حضرت سلیمانؑ بن داودؑ کا گھوڑا ہے، آپ کو ہنسی آ گئی اور دروازہ کا رُخ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جھپٹیں اور آپ کو لپٹ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمیرا کیا بات؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے آپؐ نے

دونوں ہاتھ اٹھائے اس طرح کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی، اور دعا کی: ''اللھم اغفر لعائشة بنت أبی بکر مغفرة ظاهرة و باطنة لا تغادر ذنبا و لا تکسب بعدها خطیة و لا الما'' اور ارشاد فرمایا: ''عائشہ خوش ہو گئی؟'' عرض کیا: جی ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپؐ نے فرمایا کہ: ''اس پاک ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، میں نے اس دعا کے ساتھ تجھے خاص نہیں کیا اپنی امت میں سے، بلکہ میری تو رات دن اپنی امت کے لیے یہ دعا ہے، گزشتہ لوگوں کے لیے بھی، موجودہ کے لیے بھی، آئندہ قیامت تک آنے والوں کے لیے بھی، میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں اور فرشتے میری دعا پر (آمین) کہتے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور سید المرسلین تھے، اللہ پاک نے آپ کو علم الاولین عطا فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب کا تمام عالم میں کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔

صلی الله علیه وسلم وعلی آله و اصحابه اجمعین صلوة دائمة الی یوم الدین ، آمین ۔

یہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ وکریمہ رب ذوالجلال کی قسم اس زمین کے اور اس نیلگو آسمان کے سایہ میں آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر آج تک بل کہ قیامت تک نہ کوئی آپ کا سا حسین پیدا ہوا ہے اور نہ پیدا ہوگا اور نہ آپ کا سا خلیق ہی سراپا اخلاق حمیدہ کا مجسم نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا ان بد باطنوں کے پروپیگنڈے سے کیا ہوگا قرآن اعلان کرچکا ہے: انا کفینا ک المستھزئین کہیں قرآن نے کہا'' فسیکفیکھم الله ''اللہ ضرور ان مردودوں سے نمٹے گا اور انہیں دنیا اور آخرت مین عذاب الیم سے دوچار کرے گا اور قرآن کوئی انسانی کتاب نہیں بل کہ آسمانی اور خدائی کتاب ہے جب اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت لے لی تو اب کیا باقی رہ گیا اور جب اللہ وعدہ کرچکا تو ''ان الله لا تخلف المیعاد ''اس میں شک کی گنجائش ہی نہ رہی قرآن چونکہ ایسی ذات کی کتاب ہے جو علام الغیوب اور عنده مفاتیح الغیب کی حامل صفات ذات کے طرف سے نازل ہوا لہذا اللہ اپنے علم غیب کی بنیاد پر پہلے مسلمانوں کو اہل کتاب ومشرکین جانب دیں کے بارے میں کثرت دل آزار کا معاملہ درپیش ہونے کا اعلان کردیا اور وہ سچ ثابت ہوا قرآن نے اعلان کیا: لتبلئن فی اموالکم و انفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا لکتاب من قبلکم ومن الذین اشر کو ا ذا کثیرا ۔ کہ تم اہل کتاب ومشرکین سے کثرت سے دل آزاری کی باتیں سنتے رہو گے اور یہ سب کچھ ہو ہی رہا ہے مگر اللہ کا بڑا احسان وشکر ہے ہمارے مسلمان بھائیوں نے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت اس موقعہ پر فراہم کیا اور ڈٹ کر اس کے خلاف سینہ سپر ہوچکے ہیں امید ہے کہ امت میں اس واقعہ سے ایک انقلاب برپا ہوگا علامہ اقبال نے بالکل ٹھیک کہا

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے

اللہ ہم دست بدعا ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق کو ہمارے رگ وریشے میں

سرایت کردے اور ہم آپ کے طریقے اور نام پہ اپنا سب کچھ مٹا دینے کو سعادت اور نیک بختی سمجھیں ایسی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں اس شعر کا سچا مصداق بنا دیں جو علامہ حسین احمد رحمت اللہ علیہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا فرمائیں۔

دمکتا رہے تیرے روضے کا منظر سلامت رہے تیرے روضے کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ شوق ابو ذرؓ ہمیں بھی عطا ہو وہ جذبۂ بلالیؓ

اور نبی کا ایسا عشق عطا کر جیسا ظفر علی خاں نے کہا۔

دیار یثرب میں گھومتا ہوں نبی کی دہلیز چومتا ہوں
شراب عشق پی کر جھومتا رہوں رہے سلامت پلانے والا

اے اللہ ہمیں وہ عشق عطا کر جو شیخ الہند کو عطا کیا شیخ عشق میں مست ہو کر جنت کو خطاب کر کے کہتے تھے۔

تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر جنت میرے دل میں حضور رہتے ہیں

اب میں کہاں کہاں تک جمال مصطفیٰ اخلاق مجتبیٰ عشاق مرتضیٰ کی مدح خوانی کو بیان کروں اب میں ان اشعار پر اپنے قلم کو بادل نا خواستہ روکتا جو ایک عربی شاعر نے چالیس ہزار اشعار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہنے کے بعد کہے اور ایک اردو شاعر نے اس کا ترجمہ کیا شاعر کہتا ہے۔

تھکی ہے فکر رساں ، مدح باقی ہے قلم ہے آبلہ پا ، مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا ، مدح باقی ہے اور عمر تمام لکھا ، مدح باقی ہے

"اللھم صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخق کلھم"

ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ کی

خصوصی اشاعت

بیاد: **ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ**

(نامور اہل علم معاصرین تلامذہ اور متعلقین کے قلم سے عصر حاضر کے ایک جید عالم اور محقق کے احوال وخدمات و افکار و تحقیقات کا تذکرہ)

صفحات تقریباً 600۔ ہدیہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ) -/200 روپے

برائے رابطہ: ناظم ترسیل، ماہنامہ الشریعہ، جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ (0306-6426001)

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نکتۂ ایماں فقط ہے احترامِ مصطفیٰؐ

یہ نعتیہ اشعار ناموسِ رسالت کے تناظر میں موزوں ہوئے۔ (فانی)

اک گدائے بینوا ہوں تشنہ کامِ مصطفیٰؐ
کر مجھے سیراب از کوثر بجامِ مصطفیٰؐ

جن کے دیوانے زمانے بھر کے فرزانے رہے
سارے عالم پر عیاں حسن تمامِ مصطفیٰؐ

غیر ممکن ہے جہاں میں امن و راحت کا حصول
جب تلک نافذ نہ ہو یاں پر نظامِ مصطفیٰؐ

رب ہے رب العالمین وہ رحمۃ للعالمین
دو جہاں ہیں بس فدائے احتشامِ مصطفیٰؐ

سید ختم الرسل ہے باعث تخلیق کل
دل بنام مصطفیٰؐ جاں بھی بنامِ مصطفیٰؐ

کس طرح کرتا ہے تو حملہ بناموسِ رسول
کیا خبر تجھ کو لعیں کیا ہے مقامِ مصطفیٰؐ

عشقِ احمدؐ سے جو عاری ہو وہ مؤمن ہی نہیں
نکتہ ایمان فقط ہے احترامِ مصطفیٰؐ

میرا یہ رتبہ ہے اللہ وجہ عزوافتخار
فانیؔ بیدل بھی ہے ادنیٰ غلام مصطفیٰؐ

مولانا سید ارشد مدنی صاحب

برصغیر ہند میں دینی نظام تعلیم کے مجدد متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور خلافت عثمانیہ ترکی

تاریخ عالم میں بارہا ہوا ہے کہ کسی قوم یا ملک کے زوال پذیر معاشرہ، بلکہ کئی مرتبہ ایسے سخت حالات اور وقت میں، جب اس قوم کے باشندوں اور اس ملک میں ملت کے افراد کے لئے امید کی کوئی کرن مستقبل کی کوئی امنگ اور نوید باقی نہیں رہتی، اچانک کوئی ایک شخص نمودار ہوتا ہے جو اپنی بے لوث خدمت، بے پناہ صلاحیت، مستقبل بینی اور دور اندیشی کی غیر معمولی فطری صلاحیتوں کے ذریعہ سے، آنے والے وقت کے بگاڑ و زوال کا ادراک و اندازہ کر لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ یہ جو جہالت و بے راہ روی اور دین سے بیزاری کی فضا بنی ہے اگر ابھی سے اس کے مقابلہ کا منصوبہ بنایا گیا ہے اور آنے والے متوقع طوفان کے لئے اگر ابھی سے فکر و کوشش نہ کی گئی، ابھی سے باندھ نہ بنایا گیا، تو آنے والے وقت میں، حالات کا یہ بہاؤ، بگاڑ کے یہ سامان اور زوال کے یہ روش، قوم و ملت اور ملک کے باشندوں کو اپنے ساتھ بہا کر لیجائے گی اور ہوسکتا ہے کہ پھر اس درخت کی جڑیں جمانا اور اس سے نئی پود، نئی نسل تیار کرنا، دشوار ہو جائے، ایسے وقت میں یہ غیر معمولی (عبقری) افراد، کوئی ایسی تدبیر، ایسا راستہ اور ایسا نظام تلاش کر لیتے ہیں، جس کے ذریعہ سے قوم و ملت کو راہ نجات تلاش کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور پھر یہی طریقہ، یہی نظام آہستہ آہستہ مقبول ہو کر، قوم و ملت کے مستقبل کی حفاظت کے پشتہ اور باندھ کا کام کرتا ہے اور اسی سے وابستہ رہ کر ملت صدیوں تک اپنی دینی علمی، اصلاحی سیاسی سفر پورے عزم و حوصلہ ثبات و استقلال کے ساتھ طے کرتی رہتی ہے۔

برصغیر ہند و پاکستان کے ایسے ہی نہایت منتخب روزگار اور برگزیدہ افراد میں سے، ایک بہت ممتاز نام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ واسعہ کا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم، ہندوستان کے ایک ممتاز باعزت، صدیقی خاندان کے فرد، جلیل القدر عالم، حدیث و فقہ کے عالی مرتبہ ماہر، تصوف کے رمز شناس، علوم اسلامی کے شناور، اسرار شریعت کے راز داں، زوال ملت کے نبض شناس، میدان جنگ کے حوصلہ مند سپاہی اور مجاہد نیز مغلیہ دور حکومت کے بعد، ہندو پاکستان کے سب سے بڑے معروف سب سے بافیض، دینی علمی ادارہ بلکہ ملت اسلامیہ کی آبرو، دارالعلوم دیوبند کے قافلہ سالار تھے۔

خاندان ونسب

حضرت مولانا محمد قاسم کا ایک قدیم صدیقی خاندان سے رشتہ ہے، جو اہل خاندان کی روایت واطلاع کے مطابق، ہندوستان کے لودھی خاندان کے بادشاہ، سکندر لودھی کے دور حکومت میں، ۸۷۸ھ (۷۴/۱۳۷۳ء) ہندوستان آیا تھا۔ اس خاندان کے ہندوستان آنے والے پہلے شخص شیخ مظہر الدین صدیقی تھے، صدیقیان نانوتہ کی خاندانی روایت ہے کہ سکندر لودھی نے ان کے علم وکمالات کی شہرت سنی تو ان کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی، جس کو قبول کرتے ہوئے وہ ہندوستان آگئے تھے۔(۱) ان کے فرزند، قاضی میران بڑے سہارنپور دہلی، کی ایک نواحی بستی نانوتہ کو اپنا مسکن بنایا، (جواب ایک ضلع سہارنپور اتر پردیش میں شامل ہے) قاضی میران بڑے کی نانوتہ میں، رجب ۹۰۲ھ (مارچ ۱۴۹۷ء) کو وفات ہوئی، ان کی اولاد میں شیخ محمد ہاشم ایک عالم تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا، ان کی اولاد کی تمام شاخوں میں بڑے بڑے علماء، مصنفین اور اہل کمال پیدا ہوئے۔ وہ علماء مصنفین اور اہل کمال، جو بعد میں برصغیر ہند کی دینی علمی تاریخ کے ماہ وانجم ثابت ہوئے اور جن کی خدمات، برصغیر کی تاریخ کے صفحات پر اس طرح مرقوم ومرتسم ہیں، کہ اب ان کے تذکرہ کے بغیر نہ ہندوستان کی کسی علمی تحریک کا تذکرہ مکمل ہوسکتا ہے، نہ کاروان علم واخلاص کا۔ یقیناً یہ حضرات ایسے لوگوں میں شامل ہیں جن کو یہ کہنے کا حق ہے کہ:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اس خاندان اور اس بستی کے اس علمی کارواں نے آخر میں ایک کہکشاں کی صورت اختیار کرلی تھی، جس میں کئی ایک آفتاب وماہتاب گردش کررہے تھے، ان میں سب سے پہلا اور ممتاز ترین نام، حضرت مولانا محمد مملوک العلی نانوتوی (ولادت: ۱۲۰۷ھ/ وفات: ۱۲۶۷ھ) کا ہے۔ جنھوں نے ہندوستان میں خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد، ایک نئے علمی دبستان کی رہنمائی وسربراہی کی، مسلمانوں کو عصر حاضر کی ضروریات اور دین پر ثبات واستقامت، دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کا ایسا متوازن سبق دیا، کہ اس کے اثرات آج تک ہندوستان کے ہر اک تعلیمی ادارہ پر گویا نقش ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت ونظام کے خلاف، برپا ایک بڑی جدوجہد (تحریک ۱۸۵۷ء) کے بعد سے ہمارے اس ملک میں مسلمانوں نے جو بھی تعلیمی ادارے، دارالعلوم، مدرسے اور کالج قائم کیے، وہ تمام مولانا مملوک العلی کی تربیت کا اثر، ان کے عالی مرتبہ شاگردوں کی کوششوں کا ثمرہ اور یادگار ہیں۔

حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ

حضرت مولانا مملوک العلی کے ایک اور قریبی عزیز، مولانا مظہر نانوتوی تھے جو اس عہد کے ایک اور بہت برگزیدہ عالم اور محدث، حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی، مہاجر مدنی، نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت شاہ ولی اللہ (ولادت: ۴رشوال ۱۱۱۴ھ/ چہارشنبہ، وفات: ۲۹رمحرم الحرام ۱۱۷۶ھ شنبہ ۱۲راگست ۱۷۶۲ء) کے عزیز شاگرد اور

خدمت ودرس حدیث میں اپنے دور میں بہت مشہور وممتاز تھے اور ہندوستان کا ایک بڑا دینی ادارہ، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور گویا مولانا کی محنتوں، محبوبیت اور وسیع حلقۂ درس کا ہی ایک مظہر ہے۔ حضرت مولانا محمد مظہر کی بڑی علمی درسی خدمات ہیں، ان کے بڑے بڑے عالی مرتبہ شاگرد ہیں، جو ہندوستان کی دینی علمی تاریخ کا فخر شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا کی علمی خدمات میں سے ایک دو بڑی اہم خدمات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے، حضرت مولانا نے احیاء العلوم امام غزالی کا کئی قلمی نسخوں سے مقابلہ کر کے صحیح متن مرتب کیا، اس پر مختصر حاشیہ لکھا اور اس کو شائع کرایا، مولانا کی ایسی ہی ایک اور بڑی خدمت مجمع البحار، علامہ محمد طاہر پٹنی کی تصحیح واشاعت ہے۔ اور مولانا محمد مظہر سنہ ۱۲۳۷ھ (۲۲-۱۸۲۱ء) میں پیدا ہوئے تھے، محمد مظہر تاریخی نام ہے۔ ۲۴رذی الحجہ ۱۳۰۲ھ (۳راکتوبر ۱۸۸۵ء) کو وفات ہوئی، سہارنپور میں دفن کئے گئے۔ (۲)

مولانا یعقوب نانوتویؒ

مولانا مملوک العلی کے فرزند، ۱۳رصفر ۱۲۴۹ھ (۲رجولائی ۱۸۳۳ء کو پیدا ہوئے) مولانا محمد یعقوب بھی اسی کاروان علم وعمل کا ایک دمکتا ہوا ستارہ تھے، جو اپنے فخر اقران والد کے شاگرد، ممتاز عالم، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس تھے۔ ان کی صحبت سے فیض یافتہ اصحاب، نوید صبح اور خوشبو کی طرح پورے ملک میں پھیل گئے، اور اس برصغیر میں جگہ جگہ درس کے حلقے، مدرسے اور علم وافادہ کے مرکز قائم کر لئے جن میں سے اب تک بھی زندہ اور سرگرم کار ہیں۔

ولادت اور تعلیم

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، اسی خاندان اور ماحول میں (غالباً شوال ۱۲۴۸ھ/ مارچ ۱۸۳۳ء) پیدا ہوئے، جب اس خاندان میں بڑے بڑے علماء موجود تھے اور ہر طرف علم اور تعلیم کا چرچا رہتا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نے فارسی وعربی کی ابتدائی درسی کتابیں، مولانا مہتاب علی دیوبندی (وفات: ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء) اور مولوی محمد نواز سہارنپوری سے پڑھیں۔

محرم ۱۲۶۱ھ (جنوری ۱۸۴۵ء) میں اپنے خاندان کے عالم اور دہلی کالج کے صدر مدرس، مولانا مملوک العلی نانوتوی کی سرپرستی اور نگرانی میں مزید تعلیم کیلئے دہلی پہنچے، دہلی میں کافیہ ابن حاجب سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد قاسم اپنی فطری لیاقت وصلاحیت کی وجہ سے، تعلیم میں اپنے ہم سبق ساتھیوں اور ہم عمر طلبہ سے بھی آگے رہتے تھے، جب کسی ساتھی یا کسی اور مدرسے کے طالب علم سے بحث وگفتگو ہوتی، تو اکثر اس مقابل (طالب علم) کو مولانا سے بحث ومباحثہ کی سوچنا، مولانا سے شرمندہ ہونا پڑتا تھا، اسی طرح تیز رفتار مگر اعلیٰ درجہ کی تفہیم وتعلیم اور لیاقت سے تعلیم مکمل کی۔ مولانا کے استاد زادے اور عزیز، مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے لکھا ہے:

پھر تو مولوی صاحب ایسا چلے کہ کسی کو ساتھ ہونے کی گنجائش نہ رہی۔ معقول کی مشکل کتابیں، زواہد، (میرزاہد کی تصانیف) قاضی (مبارک کی شرح قطبی از میرزاہد) صدرا (صدرالدین شیرازی) اور شمس بازغہ (ملامحمود جون پوری) ایسا پڑھا کرتے تھے، جیسے حافظ منزل سناتا ہے۔ (۳)

عقلی علوم، خصوصاً ہندسہ (Geometry) کو استاذ کے بغیر خود ہی دیکھ کر پڑھ لیا تھا، فقہ، منطق وکلام اور جملہ درستی کتابوں کو مکمل کرنے اور ان علوم میں مہارت حاصل کرنے کے بعد، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنی (ولادت: ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۱۹ء وفات: ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) سے حدیث شریف خصوصاً صحاح ستہ پڑھیں۔

علمی تدریسی زندگی کا آغاز

حضرت مولانا محمد قاسم نے اس وقت کی عملی روایت کے مطابق، پڑھنے کے زمانہ میں ہی ابتدائی کتابیں پڑھانی شروع کردی تھیں۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس دور میں علماء کا عام معمول، مطالعہ سے اعلیٰ علمی کتابوں کے متون کی تصحیح، ان پر حاشیے لکھنے، اور ان کی عمدہ طباعت کی نگرانی کرنے کا تھا، حضرت مولانا محمد قاسم بھی درس کی ذمہ داریوں کے ساتھ، اپنے استاذ حدیث، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (صحیح بخاری کے محشی اور ہندوستان کے نامور محدث اور خادم حدیث) کے مطبع احمدی سے وابستہ ہوگئے تھے، اس مطبع میں مولانا نے قیمتی خدمات انجام دیں اور اس کی حیثیت ایک بڑے مرکز علمی اور تحقیقی تصنیفی اکیڈمی کی تھی۔ مشہور ہے کہ حضرت مولانا نے اور علمی کاموں کے علاوہ اپنے استاذ محترم، حضرت مولانا احمد علی کی فرمائش پر، حاشیہ صحیح بخاری کی تکمیل میں بھی کچھ حصہ لیا تھا۔

حضرت مولانا، مولانا احمد علی کے مطبع احمدی کے علاوہ، ہندوستان کے ایک بڑے ناشر کتب، منشی ممتاز علی صاحب کے مطبع مجتبائی اور پھر مطبع ہاشمی میرٹھ میں تصحیح کتب کی خدمت انجام دی اور اپنی زندگی کے آخری دنوں تک اسی کام میں مشغول رہے۔

سلوک ومعرفت

ہندوستان کے علماء میں خداطلبی کا ذوق اور سلوک ومعرفت کی چاشنی حاصل کرنے کا، جو معمول اور اہتمام صدیوں سے چلا آرہا تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نے اپنے اساتذہ اور رفقاء کی طرح، اس پر بھی پورا عمل کیا اور اس کے لئے اپنے زمانہ کے ایک بڑے مرشد، معرفت وسلوک کے امام اور طریقہ سفر کے کامل رہنما، حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی تھانوی کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت حاجی صاحب جملہ سلاسل تصوف کے عالی مرتبہ شیخ تھے، حضرت مولانا نے، حضرت حاجی صاحب کی سرپرستی میں تصوف کے سبق لئے اور مرشد کامل کی تعلیمات وہدایات سے روشنی حاصل کرکے، ایسے منور وتابناک بنے کہ شیخ امداد اللہ نے مولانا کو اجازت وخلافت سے نوازا، اور اپنے متوسلین کو مولانا سے استفادہ کی ہدایت کی۔ پیر ومرشد (حضرت حاجی امداد اللہ) کی نگاہ میں حضرت مولانا محمد قاسم کا کیا مقام ومرتبہ تھا، اس کا حضرت

حاجی امداد اللہ کی تحریروں اور مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے، حاجی صاحب نے مولانا محمد قاسم کے والد ماجد شیخ اسد علی نانوتوی کو ایک خط میں لکھا تھا، اور اپنی ایک اہم تصنیف ضیاء القلوب، میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

''بخدمت بھائی صاحب مکرم معظم جناب شیخ اسد علی صاحب سلمہٗ! بعد سلام و نیاز مبارکباد واللہ تعالیٰ آں جناب را توفیق اتباع سنت نبوی ...... داد، امید قوی ست کہ ہمیں عمل خیر و مسئلہ نجات جناب شود، عجب نیست، و شکر کنند کہ خدا تعالیٰ شمارا یک ولی کامل عطا فرمودہ، کہ ببرکت انفاس او ایں چنیں اعمال نیک و رضامندی اللہ و رسول بظہور آمد، والا ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند'' (۴)

''نیز ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ را کہ جامع جمیع کمالات ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق، بلکہ بمدارج فوق از من شمارند۔ اگر چہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے من، و من بمقام اوشان شدم، و صحبت اوشان را غنیمت دانند، کہ ایں چنیں کساں دریں زمان نایاب اند، و از خدمت بابرکت ایشاں فیضیاب بودہ باشند'' (۵)

مگر اپنے تمام کمالات سلوک و تصوف میں اختصاص کے باوصف، حضرت مولانا نے خود کو چھپانے کی ہمیشہ اور آخری حد تک کوشش کی۔ حضرت مولانا نہیں چاہتے تھے کہ مولانا کے فضل و کمال اور روحانی نسبت و پرواز کا کسی کو پتہ چلے اور لوگ ان سے رجوع کریں۔ حضرت مولانا پر تواضع اور خود شکنی کا اس قدر غلبہ تھا کہ کسی کو بیعت کرنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے، چند علماء اور اہل کمال بصد اصرار بیعت ہوئے اور انھوں نے حضرت مولانا سے امکان بھر استفادہ بھی کیا، بالآخر ایک وقت آیا کہ یہ متوسلین اس لائق ہو گئے، کہ ان کو حصول نسبت کی بشارت دی جائے اور اجازت و خلافت سے نوازا جائے، مگر حضرت مولانا اس مرحلہ پر بھی اپنی ذات کو پیچھے رکھنا اور ان متوسلین اور سالکان راہ طریقت کا ہاتھ، اپنے شیخ و مرشد، حضرت حاجی امداد اللہ کے ہاتھ میں ہی دیدینا چاہتے تھے اور چاہتے تھے، کہ میں خود کسی کو اجازت و خلافت نہ دوں، جس کے لئے بھی اس نعمت و دولت کا فیصلہ ہو، وہ حضرت پیر و مرشد کی زبان سے ہو۔ اس لئے حضرت مولانا کے جس متوسل کی سیر سلوک مکمل ہو جاتی، اس کو ہدایت فرماتے کہ، وہ مکہ مکرمہ حاضر ہو کر، حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت میں اپنی کیفیت عرض کرے اور خود حضرت کو لکھ دیتے تھے، کہ میں ان صاحب کو اس لائق سمجھتا ہوں، مگر فیصلہ آنجناب کی صواب دید اور رائے عالی پر ہے، اگر اطمینان ہو تو ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے تقریباً تمام خلفائے کرام اسی طرح کے ہیں، کہ اگر چہ ان کی تربیت و اصلاح باطن حضرت مولانا کے زیر دامن ہوئی، مگر ان کو خلافت اور اجازت و بیعت کا پروانہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ملا۔

انگریزوں کے خلاف برپا جدوجہد ۱۸۵۷ء میں شرکت

ابھی مولانا کو تعلیم سے فارغ ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا، کہ ہندوستان پر مسلط انگریزی حکومت واقتدار

کے خلاف وہ جذبہ، جو تقریباً پچاس برس سے عوام خواص کے دلوں میں پرورش پا رہا تھا، یکلخت شعلۂ جوالہ بن کر پھوٹ پڑا، اور پورے ملک میں ۱۸۵۷ء/۱۲۷۲ھ میں انگریزوں کی حکومت اور سیاست واقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کے خلاف، ایک پرزور جدوجہد شروع ہوگئی۔ اس موقع پر علماء اور اہل باطن کے لئے دین وشریعت کی ذمہ داری، مسلمانوں کی عام دینی ملی ضرورت اور وقت کے تقاضہ سے غفلت، ناممکن تھی، اس لئے اس ضمن میں ایک بڑی اور منظم آواز، حضرت مولانا کے پیرومرشد حضرت حاجی امداداللہ کے وطن تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) سے بھی اٹھی جس میں حضرت حاجی امداداللہ قائدانہ شریک تھے اور حضرت حاجی صاحب کے علاوہ، حضرت کے خاص خلفائے کرام اور متوسلین بھی اس کے دست وبازو بنے ہوئے تھے۔

یہ تحریک پوری منصوبہ بندی اور مستقبل کے مقاصد کو سامنے رکھ کر، بلند حوصلہ کے ساتھ برپا کی گئی تھی۔ اس تحریک کا اثر دہلی سے ملحق دریائے جمنا کے کنارہ سے بڑھتا ہوا، ہمالیہ کے دامن تک پہنچا، اور دہلی کے شمال مشرق کا تقریباً ساڑھے تین سو چار سو کلومیٹر علاقہ اس جدوجہد کا میدان بنا، جس میں ان مجاہدین نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے اور بہت اہم کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

یہ تحریک جو پوری طاقت اور بڑے تدبر سے چلائی اور آگے بڑھائی گئی تھی، اور کیونکہ عوام علماء کی آواز پر لبیک کہتے تھے، اس لئے ہر طبقہ کے لوگوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا، اور اس کے زیر اثر مجاہدین کا انگریز افسران اور فوجوں سے ایسا پرپیچ اور کامیاب مقابلہ ہوا، جس کی بعد میں خود دشمن افسران نے داد دی۔ اس فوج یا کمان کے ذمہ دار کمانڈروں میں حضرت مولانا محمد قاسم بھی شامل تھے، ان حضرات نے تھانہ بھون کے قریب ایک انگریزی فوج کے ایک نسبتاً چھوٹے کیمپ اور خزانہ کو اپنا نشانہ بنایا، وہاں کامیاب حملہ کیا، انگریز دستہ کو شکست ہوئی، اور اس پورے علاقہ پر انگریزوں کا قبضہ اور اقتدار ختم کر کے مجاہدین کا پرچم لہرادیا گیا، انگریز فوج کے سو سے زیادہ سپاہی اور افسر مارے گئے، ان کے اسلحہ خانہ اور خزانہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اور میدان جنگ کے ساتھ ہی یہ پورا علاقہ مجاہدین کے انتظام میں آگیا تھا۔ اس جنگ میں حضرت حاجی امداداللہ کے ایک بڑے خلیفہ حافظ محمد ضامن، تھانوی اور مسلمانوں کی ایک جماعت شہید ہوئی، مگر کچھ دنوں کے بعد انگریزوں نے تازہ دم فوج اور بڑی تیاری سے دوسرا حملہ کیا، جس میں مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا، یہاں تک کہ وہ تھانہ بھون کو بھی جو ان کا مرکز تھا، چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اس تمام معرکہ آرائی میں شروع سے آخر تک حضرت مولانا محمد قاسم بھی برابر شریک رہے، جنگ کے دوران، حضرت مولانا کی ناک پر گولی لگی تھی، آخر عمر تک اس کا نشان موجود تھا۔

۱۸۵۷ء کی یہ جدوجہد اور تحریک ایک بڑی، انقلابی اور نہایت دوررس تحریک تھی، جس نے اس وقت کے ہندوستان کے مزاج، خصوصاً ہندی ملت اسلامیہ کو، اس شدت، قوت اور گہرائی سے متاثر کیا، کہ اب تک اس کے اثرات

موجود ہیں۔ ہندو پاکستان و بنگلہ دیش کی ہر ایک دینی علمی سیاسی جدوجہد میں خصوصاً مسلمان اور دینی طبقہ ۱۸۵۷ء کی تحریک اور اس کے رہنماؤں کے طریقۂ کار تعلیمات اور اصولوں سے روشنی لے کر چلتے اور آگے بڑھتے ہیں اور ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک، اور اس کے بعد سے آج تک مسلم سیاست اسی محور پر رقص کرتی رہی ہے۔

دار العلوم اور مدارس اسلامیہ کا قیام اور ہندی ملت اسلامیہ کے دینی علمی مستقبل کی تعمیر و تشکیل

۱۸۵۷ء کی تحریک پسپا ہونے کے نتیجہ میں، انگریزوں کا دوبارہ تسلط قائم ہو گیا تھا، جو ان کی پہلی حکومت سے بہت زیادہ جابرانہ قاہرانہ تھا۔ اس کا ایک بہت بڑا اثر یہ ہوا تھا کہ اس تحریک میں شرکت کی سزا اور الزام میں لاکھوں علماء اور اہل کمال پھانسیوں پر لٹکائے گئے، ہزاروں جلاوطن ہوئے، بے شمار لوگوں کو مختلف سزائیں دی گئیں اور ہزاروں حالات کی سختیوں سے مجبور ہو کر، ہندوستان سے حرمین شریفین ہجرت کر گئے تھے، جس کی وجہ سے اکثر خانقاہیں برباد، مسجدیں ویران اور مدرسے بے نام و نشان ہو گئے تھے، حالات ایسے سخت اور ناقابل بیان تھے کہ کہنا مشکل ہے، نہ کسی کو زبان کھولنے کی اجازت تھی، نہ آہ و فغاں کرنے کی۔ چوں کہ علمائے کرام اور دینی طبقہ نے ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف معرکہ آرائی میں بڑا اور سرگرم حصہ لیا تھا، اس لئے اس تحریک کے ناکام ہونے کے بعد، انگریزوں کے مظالم اور سزاؤں کا نشانہ بھی یہی بنے، لیکن حالات کی پکڑ کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو، ملت کو بہر صورت اپنا راستہ خود متعین کرنا اور چلنے کے لئے ایک طریقہ اور شاہراہ عمل مقرر کرنی ضروری تھی۔ علمائے کرام سوچتے تھے کہ ملت ایک ایسے حادثہ کا شکار ہوئی ہے کہ اگر فوراً اس کا بڑا، دیرپا مضبوط علاج اور مستقبل کی اکثر ضرورتوں میں، رہنمائی کرنے والی تدبیر اور طریقۂ کار وضع نہ کیا گیا، تو اس ملک بلکہ پورے برصغیر میں، مسلمانوں کا اور دینی اقدار و معاملات کا باقی رہنا مشکل ہو جائے گا، ان مشکل حالات میں جب کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے رفقائے کرام نے، اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے، ملت ہندیہ کے لئے ایک ایسا نسخۂ صحت تجویز کیا، جس نے زخم خوردہ بلکہ نیم جاں ملت اسلامیہ کو بڑی حد تک شفا بخشی اور اس کے زخموں سے چور چور جسم میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔

یہ کام دیوبند میں ایک ایسے بڑے کثیر المقاصد اور خود کفالت پر مبنی مدرسہ [دار العلوم] کا آغاز تھا، جس نے اس ملک میں رہنے بسنے والے تمام مسلمانوں میں امید کی ایک شمع روشن کر دی تھی، عام مسلمانوں نے دیوبند سے اٹھنے والی اس آواز، اس تحریک، اس جدوجہد کی بھرپور آبیاری کی اور حضرت مولانا محمد قاسم اور ان کے عالی مرتبت رفقاء کے منصوبوں کو، پورے حوصلہ، جذبہ اور اخلاص و دردمندی کے ساتھ آگے بڑھایا، اور پروان چڑھایا، یہاں تک کہ وہ ایسا گھنا اور بافیض سایہ بن گیا، کہ اب ہندو پاکستان کے مسلمان ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا میں امت مسلمہ کا ایک حصہ، اسی کے زیر سایہ، اتباع شریعت

وسنت، تعلیم قرآن وحدیث اور پیروی دین، کا سفر طے کر رہا ہے، اور یہ بات بلا تکلف کہی جاسکتی ہے، کہ عصر حاضر میں کم سے کم ہندوپاکستان اور بنگلہ دیش میں کوئی بڑا دینی علمی ادارہ اور فکر صحیح اور عمل قرآن وسنت کا مرکز ایسا نہیں ہے، جس کا رشتہ دارالعلوم سے جڑا ہوا نہ ہو۔

اس مدرسہ اور دارالعلوم کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ، دینی خدمت اور ایسے افراد وعلماء تیار کرنا تھا، جو آگے چل کر ملت کی زمام سنبھالیں اور ہندوستان کے سیاسی حالات میں اس کی ڈوبتی کشتی کو طوفان سے سلامت نکال کر، دریا کے کنارہ پر لانے کی جدوجہد کے لئے ،اپنی زندگی اور دوسرے تمام مقاصد فنا کردیں، اور **قال اللہ وقال الرسول** ...... کا بھولا ہوا سبق، پوری ملت اسلامیہ کے کانوں اور دل میں پوری طرح اتار دیں۔

اس مدرسہ دیوبند [دارالعلوم] کا ۱۵رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ [پنجشنبہ ۳۰رمئی ۱۸۶۶ء] کو بے سروسامانی کی حالت میں آغاز ہوا تھا، افتتاح کے وقت اس میں صرف ایک استاذ تھے اور ان کے سامنے بیٹھنے والے دوتین طالب علم تھے، مدرسہ کی کوئی عمارت تھی نہ کچھ اور سامان، دیوبند کی ایک کئی سوسال پرانی مسجد [چھتہ] کے صحن میں موجود، انار کے ایک درخت کے نیچے اس کی ابتداء ہوئی تھی (۶)، مگر حق تعالیٰ شانہ کو اس مکتب ومدرسہ کے بانیوں کا اخلاص، ان کی حسن نیت اور سادگی کا عمل کچھ ایسا پسند آیا کہ یہی چھوٹا سا مکتب اور مدرسہ آگے بڑھ کر، ایک بڑا دارالعلوم، ایک ممتاز عالمی درس گاہ، ایک بہت بڑی، بہت کثیر المقاصد، بہت ہمہ جہت اور بہت دوراندیش تحریک ثابت ہوئی، اس مدرسہ کے قیام نے برصغیر (ہندوپاکستان، بنگلہ دیش) کے دینی ماحول میں امیدوں کے چراغ روشن کردیئے، اور پوری ملت اسلامیہ کو ایک واضح طریقہ عمل اور ایسی شاہراہ مستقیم عنایت کردی کہ برصغیر کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی باشعور اور دیندار اکثریت، اس کے سایہ میں سفر کررہی ہے۔ دیوبند کے مدرسے کے قیام اور دینی تعلیم جاری ہونے اور اس کے باقاعدہ عمدہ انتظام کی، اس قدر پذیرائی، تحسین اور پرجوش تعاون ہوا کہ مدرسہ دیوبند کے بلند مرتبہ رہنماؤں میں سب سے ممتاز شخصیت، حضرت مولانا محمد قاسم نے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے، مختلف مقامات پر اسی قسم کے پانچ مدرسے اور قائم کئے، ان سے بھی اس طرح علم اور دین پر عمل کا چرچا شروع ہوا، اور ان میں ہر ایک مدرسہ نے دارالعلوم دیوبند کے مقاصد، طریقہ تعلیم اور دینی عقیدہ ونظریات کو اپنا رہنما قرار دیا اور پھر یہ مدرسے بھی بڑھتے بڑھتے گھنے درخت بن گئے، اور اب ان مدرسوں کے تعلیم وتربیت یافتہ لاکھوں افراد، خصوصاً ہندوستان اور عموماً دنیا کے گوشہ گوشہ میں، دینی اصلاحی، تبلیغی، ملی خدمات، پورے اطمینان اور توجہ سے انجام دے رہے ہیں۔

دارالعلوم صرف ایک مدرسہ نہیں علمی عملی تحریک بھی تھی

دارالعلوم دیوبند، جس کی ابتداء مسلمانوں کو دین وشریعت سے جوڑنے اور علوم نبوی کے احیاء کے لئے ہوئی تھی، بعد میں ایک بڑی، بہت بافیض، بہت طاقتور اور کثیر الجہت تحریک بن گئی تھی۔ جس نے اس برصغیر میں مسلمانوں

کی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا، دینی فکر و مزاج، اتباع شریعت و سنت، علوم اسلامیہ کی خدمت و آبیاری، وعظ و ارشاد، اصلاح و تربیت، تذکیر و تصنیف، حکومت و سیاست، اختلاف نظریات و عقائد، کلام و معقولات، یعنی برصغیر کی ملت اسلامیہ کی عمومی زندگی اور شعور کا، کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جس کو دارالعلوم دیو بند کی تحریک نے متاثر نہ کیا ہو، اور آج جب دارالعلوم کو قائم ہوئے تقریباً ڈیڑھ سو سال ہو چکے ہیں، دارالعلوم کی آواز، اس کا پیغام اور اس کے نظریات و تعلیمات دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکے ہیں، دنیا کا شاید کوئی ملک اور خطہ ایسا نہیں ہے جہاں دارالعلوم دیو بند سے استفادہ کرنے والے، وہاں کے فارغ طلباء، علماء اور دارالعلوم سے وابستہ ارباب و فضل و کمال نہ پہنچے ہوں اور اس خطہ کی دینی، علمی اصلاحی فضاؤں پر اپنے گہرے نقوش نہ ثبت کئے ہوں۔

دارالعلوم اب ایک ادارہ نہیں ایک عالم گیر دعوت ہے، ایک تحریک ہے، ایک جدوجہد ہے، ایک نصب العین ہے، جس کے ساتھ مقاصد و مستقبل کی تعمیر کا، ایک بامعنی خوب تجربہ کیا ہوا اور ایسا طریقۂ عمل ہے کہ اس کی ایسی جامع، مؤثر، دیرپا اور عالم گیر، اثر انداز مثال تلاش کر لینا آسان نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دارالعلوم کی اس آفاقیت، ہمہ گیریت، مقاصد کے تنوع اور بلند نگہی اور تاثیر و نفع میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا بہت بڑا اور خاص حصہ ہے۔ اگر مدرسہ دیو بند کو اوّل دن سے حضرت مولانا کی سرپرستی اور رفاقت حاصل نہ ہوتی، تو ممکن تھا کہ یہ بہت اچھا مدرسہ بن جاتا، مگر اس کا ملت اسلامیہ کا حصن حصین اور ہر طرح کے مصائب و مسائل میں ملت کی پناہ گاہ اور امیدوں کا مرکز بننا مشکل تھا۔

دیگر دینی خدمات

حضرت مولانا محمد قاسم دینی ملی معاملات میں اعلیٰ درجہ کے صاحب فکر، حساس اور دردمند عالم تھے، حضرت مولانا کے لئے یہ ممکن ہی نہیں تھا، کہ کوئی اہم دینی ملی معاملہ سامنے آئے اور وہ خاموش بیٹھے رہیں، درس و تعلیم کی مسند ہو، خانقاہ و ارشاد کی تعلیمات ہوں، وعظ و اصلاح کا میدان ہو، تصنیف و تالیف کی جلوہ فرمائی ہو، مناظرہ و مباحثہ کی ضرورت ہو، یا دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کے اسلام و شریعت پر سوالات و اعتراضات کا جواب، حضرت مولانا ہر ایک میں نمایاں اور پیش پیش رہتے تھے، جہاں جس طرح کی ضرورت ہو اس کا بروقت احساس اور اس کا ویسا ہی علاج اور دفاع فرماتے تھے، جیسی ضرورت و تقاضہ ہو۔ مسلمانوں کے وہ طبقات ہوں جو عقائد و کلام کے معاملات میں راہ سے بے راہ ہو گئے تھے، یا بدعات و رسوم کے خوگر افراد ہوں، اہل تشیع یا کوئی اور! دینی معاملہ، عقیدہ سلف و اہل سنت سے انحراف کی بات ہو، یا دین و شریعت کے مسائل و مباحث اور عقائد کے کلام کی گفتگو ان کو قرآن و سنت سے حل کرنے، اور ان کی عقلی توجیہ کی ضرورت، حضرت مولانا کا ہر ایک میں سرگرم اور بڑا حصہ رہتا تھا۔

اس دور میں خصوصاً عیسائیوں اور ہندوؤں کی ایک نوزائیدہ جماعت آریہ سماج نے خصوصاً اسلام کے خلاف

ایک پرزور محاذ کھولا ہوا تھا، ان کے پادری اور پنڈت جگہ جگہ عیسائیت اور ہندو مذہب کی منادی کرتے، مسلمان علماء کو مناظرہ کا چیلنج دیتے اور عیسائیت واسلام کے مسائل وموضوعات پر بحث وگفتگو کے لئے چھیڑتے تھے۔ حضرت مولانا ان کا مقابلہ کرنے، جواب دینے اور ان کے اعتراضات کی حقیقت واضح کرنے کے لئے، ہمیشہ تیار رہتے تھے، جہاں علی الاعلان بحث ومقابلہ کی بات ہوتی وہاں اس کا اہتمام کرتے، جہاں لکھنے اور گلی کوچوں میں اطلاعات کا کام ہوتا، وہاں اس کا انتظام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا کے عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں سے، کئی نہایت کامیاب مناظرے بھی ہوئے، جس میں عیسائیوں سے مباحثہ شاہجہاں پور اور مشہور ہندو سماجی مصلح اور مذہبی پیشوا، سوامی دیانند سرسوتی سے گفتگو اور جوابات کی ملک بھر میں شہرت ہوئی، بعد میں حضرت مولانا نے ان مباحث میں پیش آئے، سوالات پر کتابی صورت میں لکھا، ان میں سے ہر ایک تصنیف اپنی جگہ جوے رواں اور علم وبصیرت کا شاہکار ہے۔

حضرت مولانا نے اپنی کتابوں میں قرآن مجید، حدیث، سنت وشریعت کی جو گرہ کشائی فرمائی ہے، کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت کا ایک منفرد حصہ ہے۔ خصوصاً شریعت اور عقائد واعمال کی حکمتوں اور اسرار وحکم پر حضرت مولانا کے افادات وتحریرات، ایک نئے اور مستقل علم کلام کی حیثیت رکھتے ہیں، ضرورت ہے کہ ان سب کا جامع مطالعہ کرکے، ایک لڑی میں پروکر، امت کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سے نہ صرف ہمارے عقلی کلامی ذخیرہ میں ایک وقیع اضافہ ہوگا، بلکہ اس کی اساس پر اور بھی کئی مشکل مباحث ومسائل حل کیے جاسکیں گے۔ (جاری ہے)

حواشی:

(۱) مفصل حالات کیلئے دیکھئے: استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتویؒ: تالیف نور الحسن راشد کاندھلوی ص:۶۵ [کاندھلہ انڈیا ۲۰۰۹ء]۔

(۲) مولانا کے مفصل حالات کیلئے دیکھئے تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ۔ تالیف نور الحسن راشد کاندھلوی [کاندھلہ انڈیا ۱۴۲۸ھ]

(۳) حالات طیب حضرت مولانا محمد قاسم: تالیف مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ بحواشی نور الحسن راشد کاندھلوی ص:۱۸۰-۱۷۹ [مشمولہ: قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، احوال وآثار وباقیات متعلقات] (کاندھلہ: ۲۰۰۰ء)

(۴) مرقومات امدادیہ، مکتوب اٹھارواں ص:۴۹-۴۸ جامع مکتوبات، مولانا وحید الدین رامپوری۔ ترتیب جدید: نثار احمد فاروقی [مکتبہ برہان، دہلی ۱۹۷۹ء]

(۵) ضیاء القلوب، مشمولہ کلیات امدادیہ ص:۶۰ (فخر المطابع لکھنؤ ۱۳۲۴ھ)

(۶) دار العلوم دیوبند کی تاریخ اردو، عربی اور انگریزی میں بارہ تیرہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ تفصیلات ان میں درج ہیں۔

ضبط وترتیب:
جناب محمد عدنان زیب

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا موجودہ حالات پر تازہ ترین انٹرویو

۲۳رجنوری کوملک کے ایک معروف چینل نیوز 5 کے بیورو چیف معروف صحافی کمال اظفر صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق سے ان کی رہائش گاہ پر تفصیلی انٹرویو لیا جو ۲۵رجنوری 2011 کو بار بار نشر ہوا' ملک کے گھمبیر حالات پر مولانا سمیع الحق کی تازہ ترین گفتگو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

ہم اس وقت جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ جناب مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ ہیں اوران کے ساتھ تازہ ترین صورتحال پر گفتگو کریں گے۔ شریعت بل کے حوالے سے' سینٹ میں ان کے کردار' ملی یکجہتی کونسل' دفاع افغانستان و پاکستان کونسل وغیرہ میں ملک کی سیاسی صورتحال میں ان کا بڑا کردار رہا ہے۔

س: اس وقت آپ کیوں خاموش ہیں؟ آپ کی خاموشی کو لوگوں میں معنی خیز انداز سے دیکھا جارہا ہے جبکہ اس وقت بھی دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کی طرح کسی تنظیم کی ضرورت ہے۔ تو آپ کیوں خاموش ہیں؟

ج: ایک تو ہماری مقامی سیاست ہے۔ جس میں ہمارے سیاستدان لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھال رہے ہیں اورالزامات لگارہے ہیں' ایک دوسرے کو نیچا دکھارہے ہیں' حکومت کے ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوئے اتحادی بھی ایک دوسرے کے ساتھ لڑرہے ہیں' ایک گٹر ہے' اورسب اس میں پڑے ہوئے ہیں اگر میں بھی اس میں حصہ لوں تو میں بھی وہ ہی بن جاؤں گا جو کردار اس وقت دیگر سیاسی پارٹیوں کا ہے لیکن اصل سیاست جو ہے میں اس میں بالکل خاموش نہیں رہا ہوں بلکہ میں ۵۔۱۰ سال سے اسی سیاست میں دن رات لگا ہوا ہوں' اوراسے میں مقدس جہاد سمجھتا ہوں' اوروہ ہے عالمی کفر جو صلیبیت' یہودیت کی شکل میں سب ہمارے خلاف ایک ہوچکے ہیں۔ اورہمارے خلاف پورا ایک فیصلہ کن معرکہ شروع ہے' جس کا ق لیگ' ن لیگ اور PP وغیرہ پارٹیوں کو احساس ہی نہیں' اورہم پر پوراعالم کفر یلغار کرچکا ہے' سیاسی اعتبار سے بھی نظریاتی لحاظ سے بھی اورقومی اعتبار سے بھی' ہمیں تباہ وبرباد کیا جارہا ہے۔ افغانستان کے حالات کو آپ دیکھ رہے ہیں' کہ لوگوں نے قربانیوں سے اسے آزاد کیا مگر امریکہ اورنیٹو آکر وہاں بیٹھ گیا' اوروہاں سے وہ مسلسل پاکستان میں مداخلت کررہے ہیں' پاکستان غیر اعلانیہ ان کے رحم وکرم پر ہے' اور ہمارا ملک غلام ہوچکا ہے۔ سوڈیڑھ سوسال کی قربانیاں جو بزرگوں نے دی تھیں وہ ضائع ہوگئیں اورملک کو لادینیت کی طرف دھکیلا گیا۔ پاکستان کی بقاءاور دفاع دراصل اسلامی تشخص ہی اس کی بنیاد ہے' پوری دنیا یعنی عالم کفر ہمارے اسلامی تشخص کو مٹارہا ہے' آپ دیکھ رہے ہیں کہ توہین رسالت قانون کو چھیڑا جارہا ہے' جو ہمارے ایمان کا جز ہے' کفر ہمارے حجاب اور پردے کو برداشت نہیں کررہا' مدارس کو برداشت نہیں کررہا ہے' مدارس اور ہماری خانقاہوں کو برباد کررہا ہے۔ دینی

مدارس سے لوگوں کو پروپیگنڈے سے اتنا بدظن کیا گیا کہ اب لوگ خود مدارس کے بارہ میں شک وشبہات کا شکار بن رہے ہیں۔ اب اگر اتحاد کی ضرورت ہے تو وہ اسی اسلامی تشخص کو بچانے کے لئے کیا جانا چاہیے۔ اور اس بیرونی تسلط کا مل کر مقابلہ کرنا اس کی بنیاد ہو۔ افغان کونسل اس لئے بنائی گئی تھی' اس میں ۳۷ جماعتیں تھیں' جس میں سیاسی بھی تھیں' مذہبی بھی اور ایک بہت بڑا پلیٹ فارم بنا دیا گیا تا کہ امریکہ آ رہا ہے' وہ ہمارے دروازہ پر دستک دے رہا اور ہمارا دروازہ توڑ رہا ہے۔ ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں یہ پلیٹ فارم بنا۔ لیکن پھر اس کے بعد اس کو MMA بنایا گیا مگر پھر ایم ایم اے کو سیاست کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اب اگر کوئی اتحاد اس بنیاد پر بنتا ہے تو میرا یقین ہے کہ یہ اتحاد مسلمانوں کو نقصان نہیں بلکہ خیر پہنچائے گا' ورنہ اس سے قبل ہمارے اتحادوں کو لوگوں نے ''شر'' کا ذریعہ بنایا' لوگوں کو دھوکہ دیا اسلام کے نام پر۔ اسمبلیوں میں پہنچ گئے۔ ایم ایم اے کی بڑی بڑی جماعتوں نے مل کر آپس میں بندر بانٹ کیا۔ وزارتوں پر لڑائی شروع ہوئی سیٹوں پر کہ یہ سیٹ ہماری ہے' یہ وزارت ہماری ہے۔ ۵ سال سرحد میں حکومت رہی' اسلام کا نام نہیں لیا۔ یہاں لوگوں نے ان کو ووٹ امریکہ کی مخالفت اور طالبان کی حمایت پر دیا۔ الیکشن ہم نے امریکہ دشمنی کے نام پر جیتا۔ طالبان اور افغانستان کی قربانیوں کے نام پر جیتا۔ پھر ہم ایسے بدل گئے کہ اعلانیہ کہنے لگے کہ ہم تو طالبان کو جانتے بھی نہیں۔ پھر اس کے بعد ہم بڑی تعداد میں پارلیمنٹ پہنچ گئے۔ 21 ممبران سینٹ میں تھے اور ۷۰ ممبران قومی اسمبلی میں تھے۔ مگر وہاں اسلام کا نام تک نہیں لیا گیا۔ اور دن کو ڈیسک بجاتے رہے ایل ایف او کے خلاف۔ مگر راتیں جرنیلوں کے ساتھ مذاکرات پر گزرتیں۔ ہم اس وقت سے اس صورتحال پر چیختے رہے مگر کوئی نہ سنتا' اگر ایسا اتحاد بنتا ہے اور یہ اتحاد انہی مقاصد کے لئے بن رہا ہو تو اس اتحاد کو دور سے سلام۔ یہ اتحاد مسلمانوں کو پھر سے دھوکہ دینے کا ذریعہ بنے گا۔ لیکن اگر ہم سب یہ حلف کریں' قسم کھائیں اور قرآن پر ہاتھ رکھیں کہ یہ اتحاد صرف ملک کو ان حالات سے نکالنے کے لئے ہوگا۔ بیرونی دباؤ اور مخالف قوتوں کے خلاف ہمیں جنگ لڑنی پڑے گی' اس میں انتخابی سیاست کو بیچ بھی نہیں کریں گے۔

یہ اتحاد ڈرون حملے روکنے کے لئے ہو جو کہ آج بھی ہوا ہے' اور توہین رسالت ایکٹ کو جو چھیڑا جا رہا ہے' جیسا کہ آج بھی یورپی یونین نے اس کے بارے میں بڑی بکواس کی ہے' اور وہاں پردے پر پابندی لگائی جا رہی ہے' وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا مگر ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا جا رہا ہے' اتحاد انہی مقاصد کے لئے ہو' نہ ہوا تو ہم مٹ جائیں گے' ہمارا اتحاد عظیم مقاصد کے لئے ہو۔ اور یہ اتحاد زرداری' گیلانی' نواز شریف کو محلات سے نکال کر روڈوں پر لانے پر مجبور کرے کہ ہمارا ملک غیر اعلانیہ طور پر غلام ہو چکا ہے' اسے پہلے آزادی دلائیں تو یہ اتحاد کارآمد اور سودمند ہوگا ورنہ یہ اتحاد لوگوں کو پھر سے دھوکہ دینے کا ذریعہ بنے گا۔

س: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قاضی حسین احمد اور فضل الرحمٰن آپس میں بندر بانٹ کرتے رہے تو کیا آپ پھر آپ اسکا ساتھ دینگے؟

ج: مصیبت یہ ہے کہ اتحاد جس انداز میں بھی بنے یہ لوگ ہائی جیک کر لیتے ہیں' ہماری ساری محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں' مجھے بڑا تلخ تجربہ ہوا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **المومن لا یلدغو من جحر واحد مرتین** مسلمان ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا۔

س: ایم ایم اے بحال ہوئی تو آپ اس میں جائیں گے؟

ج: ایم ایم اے اندرونی سیاست کے لئے نہ ہو بلکہ بیرونی قوتوں کے ساتھ لڑنے کیلئے ہو' اس میں بریلوی' شیعہ' اہل حدیث' دیوبندی' سارے مکاتب فکر کے لوگ شامل ہوں' اور بنیاد یہ ہو کہ کافر کے تسلط سے ملک کو آزاد کرانا ہے' تو ٹھیک رہے گا اور اگر سیاست کرسیوں کے لئے ہو' اور ہر پارٹی لڑے کہ مجھے سیٹ مل جائے۔ میں سینٹ کا ممبر بن جاؤں یا اسمبلی کا تو یہ دھوکہ ہے جو عوام کو دیا جائے گا۔

اب انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے تو یورپی تسلط سے ملک کو آزاد کرایا جائے۔

س: تو کون لائے گا یہ انقلاب؟

ج: اس میں ہم سب شامل ہوں' اخلاص کے ساتھ اور قوم کو اعتماد میں لیں۔ایک معاہدہ ہو اس ایک نکتے پر اور اس کے لئے اشتراک عمل ہو۔

س: مولانا ان حالات میں انتخابات کا کچھ فائدہ ہوگا؟

ج: انتخابات کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ جمہوریت تو آمریت سے زیادہ خطرناک ہوتی جارہی ہے۔یہ تو عوام کو فائدہ کے بجائے نقصان دے رہے ہیں' ٹیکس بڑھا رہے ہیں' انصاف تک رسائی نہیں' بجلی کا نرخ' ڈیزل کا آئے دن نرخ بڑھا رہے ہیں' ایسی جمہوریت سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ بلکہ پھر یہی لوگ آئیں گے ان دو پارٹیوں کے چکر میں ہمارے ۲۵ سال گزر گئے۔ ہم نے مسلم لیگ (ن) کو بھی آزمایا۔ بے نظیر کو بھی ۳ دفعہ آزمایا۔ زرداری بھی آیا اور الیکشن میں لوگوں کو یقین تھا کہ ہم بہتری کی طرف جا رہے ہیں' مگر آج پوری جمہوریت اور فوجی جرنیل ایک اتحادی بن کر غیروں کے اشاروں پر اور رحم وکرم پر چل رہی ہے۔ جمہوریت کے خیمے میں پارلیمنٹ کے نام پر وہ بدترین کام جاری ہیں جو ایک ڈکٹیٹر اور آمر بھی نہیں کرسکتا۔

س: حکومت اپوزیشن جماعتوں سے بھی رابطے میں ہے' پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ میاں محمد نواز شریف نے بھی اس کا ذکر کیا ہے' اس سے ملک کی تقدیر بدل جائے گی' 45 دن کا الٹی میٹم دے دیا' دس نکاتی ایجنڈا دیا۔ اس کے بعد چودھری شجاعت نے 5 نکاتی ایجنڈا دے دیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ جو ایجنڈے ہیں اس سے ملک کی تقدیر بدلے گی۔

ج: ان دس اور پانچ نکتوں میں ایک نقطہ بھی اسلامی تشخص کا نہیں ہے' اس میں کوئی ایسا الٹی میٹم نہیں کہ امریکہ کی غلامی چھوڑ دو اس سے نکل آؤ' اس میں کوئی تحفظ ناموس رسالت کی بات نہیں ہے' اس میں کوئی نظام شریعت نافذ کرنے اور نظام عدل کو درست کرنے کی بات نہیں ہے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اس سے ہمارے مسائل حل ہوجائیں گے' اصل چیز مرض کی تشخیص ہے' ورنہ یہ سارے مطالبے اور میثاق جمہوریت اور یہ سارے ڈرامے یہ ہمیں کچھ نہیں دے سکتے۔

س: قومی حکومت کا قیام کا کوئی حل ہے؟

ج: قومی حکومت بھی کن لوگوں کی بنے گی' اصل میں جو سارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسی نظام سے چمٹے ہوئے ہیں' جو سامراجی نظام ہے' کرپشن کا نظام ہے' اس میں کوئی تبدیلی لانے پر تیار نہیں اور عدلیہ جو ہے مکمل آزاد ہوجائے' اور نظام عدل سارا بدل جائے۔

س: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ عدلیہ مکمل طور پر آزاد نہیں۔

ج: نہیں صرف سپریم کورٹ کچھ آزاد ہے' لیکن نیچے جو عدلیہ کا نظام ہے وہ اسی بنیادوں پر چل رہا ہے' جس کے خلاف پورا جوڈیشنل چیخ رہا ہے۔ جس میں تاریخیں ہیں' فرضی شہادتیں ہیں' مہینوں' سالوں مقدمات چلتے رہتے ہیں۔ جس میں وکالت کا نظام ہے' اس کو سچ بناؤ' سچ کو جھوٹ ثابت کرو' ہم نے اس نظام عدالت کے خلاف شریعت بل پیش کیا تھا اور شریعت بل میں بنیادی چیز ساری یہی تھی کہ اس عدالتی نظام کو بدل لو' جو سارا خالص طبقاتی اور استعماری نظام پر استوار ہے۔ رشوتیں چلتی ہیں۔ پہلے لوگ وکیل کرتے تھے' اب نیب والے کسی کو پکڑ لیتے ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں ہم نے جج کرلیا ہے۔ پوری عدلیہ خرید لی ہے۔ وکیل کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

س: پاکستان مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ پیر صاحب پگاڑا کا یہ کہنا کہ اس سال حکومت ختم ہوجائیگی اور اگلا سال انتخابات کا ہوگا؟

ج: ہمیں پتہ نہیں علم نجوم کی کوئی مہارت ان کو ہوگی' اور نجومی تو ہر وقت کوئی نہ کوئی پیشن گوئیاں کرتے رہتے ہیں' کہ انہیں اپنی دکان چلانی ہوتی ہے تو اگر یہ سیٹ اپ اس سال ختم ہوجائے یا ایک مہینے میں ختم ہوجائے تو اس کا متبادل ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم تو ایسے اندھیرے میں پھنس گئے ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ناشکری کی وجہ سے وادی تیہ میں گھیر لیا۔ آپ کہیں گے کہ کون سا راستہ ہے

کون ساحل ہے تو کسی کو حل نہیں معلوم۔ راستے سب بند ہو چکے ہیں' ۵۰۔۶۰ سال ہم نے غداری کی' بغاوت کی جس طرح بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں اللہ تعالیٰ نے گھیر لیا' یتیھون فی الارض (الایۃ)

تو پاکستان اب وادی تیہ بن گیا ہے۔ ہم سب بھٹک رہے ہیں' علماء بھی سیاستدان بھی حکومت بھی عوام بھی' تو مجھے تو راستہ نکلنے کا نظر نہیں آتا' کہ کسی جادو کی چھڑی استعمال کریں اور دروازے کھل جائیں گے۔

س: مولانا صاحب مجھے یہ بتائیے گا کہ اگر اگلے سال یا اس سے اگلے سال انتخابات ہوتے ہیں' تو کیا آپ کی جماعت انتخابات میں حصہ لے گی۔ یا ماضی کی طرح پھر بائیکاٹ کرے گی؟

ج: ۲۰۰۸ء میں بھی ہم نے کافی سوچ بچار کیا' ہمیں معلوم تھا کہ بڑی طاقتوں نے ایک جو نقشہ بنایا ہے' اور انجینئرڈ انتخابات ہوں گے' اور وہی انہوں نے کیا کہ اگر پرویز مشرف جائے تو اس کی پالیسیاں اس کا سب کچھ باقی رہے' بلکہ اس کو اور تیز کرلیا جائے' تو ایسے الیکشن میں ہم کیا کرسکتے تھے' دو چار سیٹیں ہمیں مل بھی جاتی ہیں تو ساری توانائی ضائع ہوجاتی' لیکن ہم حالات میں کچھ تبدیلی نہیں لاسکتے تھے جنہوں نے حصہ لیا انہوں نے کون سا تیر مارا تو ہمارے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ آنے والی حکومت پارٹیوں میں بانٹ دی گئی ہے' اور حکومت ان کی مرضی کے کی بنے گی صوبے بانٹے گئے تھے۔ تو اب آئندہ جو الیکشن ہوگا تو حالات دیکھیں گے' پارٹی کے ساتھ باہمی مشاورت ہوگی اگر الیکشن میں جانے کا فائدہ ہوگا تو ضرور جائیں گے۔

س: مولانا صاحب: یہ بتائیے گا کہ 7 قبائلی ایجنسیوں' سوات' مالاکنڈ میں' کہا جارہا ہے کہ بغاوت اور بیرونی سازشیں ہیں' اور خون خرابہ ہورہا ہے۔ عسکریت اور شدت پسندی کو دوام بخشا جارہا ہے' آپ کیا سمجھتے ہیں؟

ج: بالکل بیرونی طاقتیں ہیں فضا ایسی بنائی گئی ہے کہ قبائل ہمارے بازوئے شمشیر زن تھے' وہ ہمارے محافظ تھے' اور افغانستان میں جو حکومت جو طالبان کی آئی تھی وہ تو ہمارے فی سبیل اللہ گویا ایک سپاہی تھے' ہم نے وہ سارا نقشہ خراب کردیا' اور اب امریکہ نے سارا گند ڈال دیا' قبائل میں اور یہ سارا فساد ہی وزیرستان وغیرہ کا یہ سارا امریکہ کا ہے' کہ یہ آگ بھڑکتی رہے ہم اسے بجھانا چاہتے ہیں' اور وہ بجھنے نہیں دیتے ہم مصالحت کے لئے کوشش کرتے ہیں تو امریکہ ناراض ہوتا ہے' اس لئے کہ سارا انتظام ہمارا اپ سیٹ ہوجائے اور پھر دشمن کو جو من مانی کرنی ہو وہ کرسکے اور یہ حال ہوجائے کہ قبائل اور بلوچستان سب ہمارے کنٹرول میں نہ رہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں اپنے لوگوں کو ماررہے ہیں' ڈرون حملے کروارہے ہیں۔ فوجی آپریشن کررہے ہیں' تیراہ اور پارہ چنار پر روزانہ بمباری کررہے ہیں۔' اب ایسے حالات میں حکومت کارٹ کہاں ہے؟' اور وہ لوگ کب تک ہمارے ساتھ مخلص رہیں گے جو سب کچھ قربان کررہے تھے' پاکستان کے لئے آج مردہ باد کے نعرے لگارہے ہیں۔ امریکہ یہی چاہتا تھا کہ ان کے اندر نفرت پیدا ہو' اب رات میں نے دیکھا' کسی انڈین چینل پر پورا علاقہ قبائل میں بھرا ہوا تھا' لوگ ہزاروں کی تعداد میں نکلے ہوئے تھے اور لوگ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگارہے تھے اور امریکہ کے جو یار ہیں غدار ہیں۔ یہ بینر چینلوں پر دکھائے گئے تو یہ وقت اب آگیا ہے امریکہ چاہتا ہے کہ اب قبائل سڑکوں پر نکل آئیں اور پاکستان کے خلاف بندوق اٹھائیں' تو ہم نے مجبور کردیا ان قبائلی کو نفرت پر مجبور کیا۔

س: کیا وجوہات ہیں کہ بیت اللہ محسود کو حکیم اللہ محسود کو مولوی فضل اللہ کو' مولانا فقیر محمد کو کیا وجہ تھی کہ یہ پاکستان کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں۔

ج: وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان بالکل امریکہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پاکستان امریکہ کا اتحادی بن گیا ہے' اور یہ جنگ جو ہمارے خلاف لڑرہے ہیں' افغانستان میں یا ہمیں ماررہے ہیں' تو وہ امریکہ اور حکومت آپس میں یہ مل کر کررہے ہیں' آج بھی وہی پوزیشن ہے کہ پاکستان

میں ہماری فوج ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہے' جوان کو آرڈر ملتا ہے۔ امریکہ سے' واشنگٹن سے اسی پر ہم کار بند ہیں' تو اب ان لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ مسلمان رہے ہی نہیں یہ تم تو کافر کا ساتھ دے رہے ہو' اور مسلمان جا کر کافر کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑا ہو جائے اور اس کا ساتھ دے تو آپ پھر کیا کریں گے؟ حالات انہوں نے پیدا کئے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ جنگ ہماری جاری رہے گی حالانکہ پارلیمنٹ میں مَیں خود موجود تھا اور پھر سیکورٹی کونسل جو بنی' اس میں بھی شامل تھا۔ ہم نے مہینوں غور وخوض کے بعد ایک قرارداد متفقہ پاس کی اور سب نے کہا یہ جنگ ختم کردو۔ مذاکرات شروع کرو اور ڈرون حملے امریکہ کو مت کرنے دو لیکن وہ قرارداد بالکل ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا تو اور کون سا طریقہ ہے' لوگ مصالحت کرانے کے لیے تیار ہیں۔ اور کئی دفعہ لوگوں نے کرائے بھی مگر رات کو معاہدہ ہو گیا اور صبح کو ڈرون حملہ ہوا' میزائل داغے گئے اور بیت اللہ محسود وغیرہ اُس میں اُڑا دیئے گئے۔

س: مولانا صاحب آپ کی جتنی بھی گفتگو ہے اُس میں آپ نے یہ کہا کہ پاکستان نے ان کے خلاف ظلم کیا اور امریکہ کے ساتھ اتحادی بن گیا تو اس میں آپ کی گفتگو کے تناظر میں یہ سمجھا جائے کہ پاکستان کے اندر جو نیٹو کی سپلائی لائن ہے اس پر اٹیک ہو رہے ہیں حملے ہو رہے ہیں یا آئل ٹینکروں کو جلایا جا رہا ہے تو یہ سب جو کر رہے ہیں تو آپ کیا خلاقی طور پر اسے سپورٹ کرنا چاہ رہے ہیں؟

ج: میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنگ کس نے بھڑکائی ہے تو جنگ جب پھیل جاتی ہے تو ہمارے پشتو میں محاورہ ہے کہ جنگ میں گڑ اور شکر نہیں بانٹا جاتا اب اس جنگ میں جس کو لوگ پسند نہیں کرتے وہ ہر لحاظ سے اپنا اسٹریٹیجی بھی استعمال کرتے ہیں خواہ سپلائی لائن کاٹنا ہو یا کسی طرح بھی نقصان پہنچانا ہو۔ امریکہ کے اتحادیوں کو تو پھر جنگ میں جو یہ سب کچھ چلتا ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ حکومت خدا کے لئے اپنی کچھ پالیسیوں سے دست بردار ہو جائے امریکہ کو کہے کہ بس میں نے بہت کر لیا اب تو ہم سے نہ خدا ہی ملا اور نہ وصال صنم۔ امریکہ بھی خوش نہیں اور ہم پر الزامات لگاتا ہے اور مطالبے کرتا ہے۔ ہمارے دینی تشخص میں بھی مداخلت کرتا ہے' ویٹی کن کا پوپ وہاں بیٹھا ہوا ہے اُسے تو حق دیتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی کے بارے میں۔ ناموس رسالت کے بارہ میں جو چاہے بکے۔ لیکن اگر مولوی بولتے ہیں تو شور مچاتے ہیں کہ یہ شدت پسند ہیں۔ عیسائی تو اپنے پوپ کو نہیں روکتے اور نہ امریکہ روکتا ہے کہ تم کون ہوتے ہو وہاں سے مداخلت کرنے والے اور یہاں علماء اگر بولتے ہیں تو شور مچاتے ہیں۔ جبکہ یہ درحقیقت تحفظ شاتم رسولؐ کی تحریک ہے۔ کہ ہمارے رسول کو جو گالی دیں یہ اُس کی حفاظت کریں۔ اور یورپ کہے' سلمان رشدی' نسرین تسلیمہ کی طرح وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے وی آئی پی کا درجہ دیا جائے تو اس حد تک بیرونی مداخلت تو انگریز نے بھی نہیں کی تو امن کیسے قائم ہوگا۔

س: اس صورت حال میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ممتاز قادری کا اقدام درست تھا؟

ج: اب درست تھا یا غلط مگر اُس کے اسباب خود سلمان تاثیر نے پیدا کیے۔ وہ اپنے قتل کا خود ذمہ دار ہے۔ ایک بڑے منصب پر فائز شخص کو اس حد تک نہیں جانا چاہیے تھا کہ کھلم کھلا حضورﷺ کی توہین کرنے والی خاتون کے پاس جیل پہونچ جائے اور وہ سارے پروٹوکول اور سٹیٹس کو نظر انداز کر کے اسے پائمال کرے۔ علماء سے کہے کہ میں انہیں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ جلد باز قسم کا انسان تھا اُس نے سوچا نہیں کہ اس کے کتنے بھیانک نتائج بھی آ سکتے ہیں۔ تو ظاہر بات ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

س: اچھا یہ بتایئے مولانا صاحب کہ سنی اتحاد کونسل کے نام پر بریلوی جماعت کے ایک پلیٹ فارم کو اچھالا جا رہا ہے تو آپ کی بھی دیوبندی جماعتیں ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ اکٹھی نہیں ہو رہی ہیں۔ کئی دھڑے کام کر رہے ہیں۔ تو کوئی بات چیت ہے جو چلے گی یا آپ کی کوئی خواہش ہے کہ ان کے درمیان اتحاد ہو۔

ج: دیکھیں مذہبی لحاظ سے اتحاد ایک مسلک کے لیے تو مفید ہوگا لیکن ملک اور قوم کے لیے مسلک سے بالاتر ہو کر سوچنا ہوگا۔ تب

اتحاد مفید ہوگا ہم نے جو اتحاد بنائے تھے اُس میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ یہ دیوبندی ہے یہ بریلوی ہے۔ مسلک سے بالا مقاصد بڑے عظیم تھے اور اخلاص سے تھے۔ آج طالبان کو لوگ گالی دے رہے ہیں لیکن ان کے جو بزرگ تھے' مولانا شاہ احمد نورانی صاحب میرے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے تھے ان کو میں نے ملی یکجہتی کونسل کا صدر بنایا اور وہ ڈٹ گئے۔ صوفی محمد کی تحریک نفاذ شریعت کا بھی ساتھ دے رہے تھے۔ ہم نے تائید طالبان کانفرنس اور فتح مبین کانفرنس منعقد کیا تو مولانا عبدالستار نیازی مرحوم سے زیادہ پرجوش افغانستان کے جہاد اور طالبان کے تحریک کا حامی کوئی نہیں تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ اگر یہ آزادی کی جنگ ہے تو دشمن ایک پر اکتفا نہیں کرے گا ادھر بھی آئے گا۔ آج وہ ساری چیز بکھر گئی ہے ہمارے اتحاد کی وجہ سے اس سے کوئی الگ نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اب بیرونی طاقتیں فرقہ واریت اُبھار کر یہ جنگ مفت میں جیتنا چاہتی ہیں۔ کچھ کہیں کہ یہ جہاد ہے اور وہ کہیں کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ یہ دہشت گردی ہے تو اس سے دشمن کو فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح عالمی جنگ امریکہ جیت جائے گا' یہی حربہ انگریز نے بھی استعمال کیا تھا جب انگریز یہاں آیا تھا تو کچھ علماء لڑ رہے تھے وہ جہاد کر رہے تھے اور کچھ علماء فتوی دے رہے تھے کہ جہاد حرام ہے اب جہاد ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے مرزا غلام محمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا' کچھ علماء اپنی تائید میں اور جہاد کی حرمت کے لئے میدان میں اتارے گئے تھے۔ اس لیے علما آپس میں لڑتے رہیں گے اور امریکہ مزے اُڑاتا اور من مانی کرتا رہے گا۔

س: یہ بتائیے کہ کراچی میں فسادات ہو رہے ہیں' کشیدگی جاری ہے اور جو انسانی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اس کا ذمہ دار آپ کس کو سمجھتے ہیں جو الزامات لگائے جا رہے ہیں کیا اُس میں مہاجر ذمہ دار ہیں یا اور بھی؟

ج: اُس کی ذمہ دار ساری بڑی جماعتیں ہیں۔ تین بڑی جماعتیں جن میں ایم کیو ایم بھی ہے' اے این پی بھی ہے اور پیپلز پارٹی بھی ہے اور براہ راست کراچی ان کے ہاتھ میں ہے۔ تو وہ اتنا نہیں کر سکتے کہ مجرموں کی نشاندہی کریں میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ تینوں پارٹیوں کے بڑوں کو ایک بند کمرے میں بٹھا دو۔ ان کا کیس دیکھو اُن کے الزامات سنو اُن تینوں کو مجبور کرو کہ یہ انسانی جان تباہ ہو رہے ہیں۔ آپ ایک دوسرے پر الزام عائد کر رہے ہیں اور خون بہہ رہا ہے بے چارے شہریوں کا مسلمانوں کا۔ اگر حکومت سنجیدہ ہے اور حکومت کے سامنے تینوں بڑی جماعتیں ہیں تو یہ اس خانہ جنگی کو بند کرا سکتے ہیں۔ اس کا حل یہ نہیں کہ اُدھر سے پریس کانفرنس میں ایم کیو ایم یہ کہہ رہا ہے اور اُدھر سے یہ الزام در الزام کا لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور نتیجہ کوئی نکل سکتا۔

س: نئے انتخابات کی وجہ سے کوئی بڑی تبدیلی ملک میں متوقع ہے۔

ج: میں کہتا ہوں کہ اگر انتخابات ہوں اور عوام ان تمام آزمائے ہوؤں کو مسترد کر دیں تو فائدہ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ متبادل کوئی پارٹی نظر نہیں آ رہی ہے اگر انتخابات ہو بھی جائیں تو مجھے کوئی بہتر مستقبل نظر نہیں آتا۔ شاید اس سے بھی بدتر حالات بن جائیں۔

س: مہنگائی کو کم کرنے کا کنٹرول کرنے کا آپ کے پاس ایسا کیا نسخہ ہے جس پر ہر عمل کیا جا سکتا ہے۔

ج: دیکھیں یہ جو معاشی نظام ہے بالکل تباہ و برباد ہے کرپشن اس کا بالکل بنیادی ایک سبب ہے۔

فضول اخراجات حد سے زیادہ ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ 70،70 آدمی وزیر ہیں ان سب چیزوں کو ختم کرنا' بعض پارٹیوں کے دیئے گئے نکات میں اس کا کچھ تدارک ہے۔ اگرچہ اسلام کے بارے میں اس میں کچھ نہیں ہے۔ نظام کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔ مگر مسلم لیگ (ن) نے جو دس نکاتی پروگرام دیا ہے' اس پر عمل کرانے سے کچھ تبدیلی آ سکتی ہے دراصل معاشی نظام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ امریکی بینکوں، ورلڈ بینک یا IMF کے رحم و کرم پر رہیں گے تو وہ تو کہیں گے اور بڑھاؤ ٹیکس اور مہنگائی پیدا کرو۔

س: یہ بتائیں کہ اس سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ آپ مسلم لیگ کے دس نکاتی ایجنڈے کو سپورٹ کر رہے ہیں؟

ج: دیکھئے اُس میں معاشی تبدیلی اور کرپشن کے خلاف جو نکتے ہیں اور اسی طرح اوروں نے بھی کچھ تجاویز دی ہیں۔ ان اچھے نکات کو ماننا چاہیے۔ خواہ MQM کا ہو خواہ ق لیگ کا ہو، خواہ ن لیگ کا ہو۔ پیپلز پارٹی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ذمہ داری اُس پر اللہ نے ڈالی ہے اُس کو حکومت خدا نے دی ہے کہ عوام کے سکھ کے لیے وہ ہر اقدام کرے جس سے کچھ مسائل کم ہو جائیں۔

س: مولانا صاحب یہ بتایئے گا یہ خیبر پختونخوا کے اندر آپ کا ووٹ وہ تقسیم ہو جائے گا۔ مولانا فضل الرحمان کے ساتھ بالخصوص جنوبی اضلاع میں۔ تو کیا کوئی اس کا بھی حل ہے مولانا فضل الرحمان سے کبھی رابطہ ہوا آپ چاہیں یا اُن کی کوئی خواہش ہے یا رابطہ ہوا؟

ج: اس وقت تو ایسا موقع نہیں آیا' دراصل ہمارے سمت الگ الگ ہیں اگر ہمارے سمت ایک ہو جائیں تو کیوں نہیں ہو سکتا۔

س: سمت کیا ہے؟

ج: مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں کا قبلہ درست ہو جائے سب کی تسلی ہو جائے کہ یہ راستہ قبلے کی طرف جاتا ہے تو پھر سارے پرابلم حل ہو جائیں گے ہماری طاقت تقسیم نہیں ہوگی آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت ان کی سیاست کا قبلہ کدھر ہے اور ہمارا قبلہ کدھر ہے۔

س: آپ نے کبھی دعوت دی ہے مولانا فضل الرحمان کو کہ وہ آپ کے قبلہ کی طرف آئیں۔

ج: دیکھیں بار بار ایسا ہوا ہماری میرے ملاقات ہوتی رہی الیکشن سے پہلے اور قبلہ ہم نے درست کرایا سب کا ایک ایم اے کی شکل میں ایک راستہ پر چل پڑے اور انتخابات میں ہم نعرہ لگا رہے تھے کہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ امریکی تسلط سے آزادی اولین مقصد ہوگا۔ لیکن باہم مل کر بھی وہ قبلے کے سمت پر نہ رہ سکے۔ اور وعدے وعید نظر انداز ہو گئے۔

س: خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومت پر بھی بہت سے الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ ANP نمائندہ پارٹی ہے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صوبے کو انہوں نے کسطرح چلایا۔

ج: دیکھیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس گنگا میں کون چاہتا ہے کہ میں پیچھے رہ جاؤں۔ وہی حالت ہے کہ وفاق بھی اس میں لگا ہوا ہے اور صوبے بھی اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں پختونخوا کو لیں یا پنجاب اور بلکہ سندھ ہر جگہ یہ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ تو کوئی فرق مجھے محسوس نہیں ہوتا اور ساری توجہ کرپشن پر ہے پھر تعمیری۔ فلاحی۔ مصیبت زدگان کی مدد کے لئے کہاں فرصت۔ سیلاب آیا اور لوگ ابھی تک ٹوٹے پھوٹے گھروں میں سردیوں سے ٹھٹھر رہے ہیں۔ لحاف نہیں' کمبل نہیں ہے جو پیسے آتے ہیں وہ پتہ نہیں کہاں جاتے ہیں۔ تو ایک ہی حالت دونوں طرف وفاق اور صوبوں میں ہے۔

س: خیبر پختونخوا کے گورنر کی تبدیلی کی جو بات کی جا رہی ہے نئے گورنر کے حوالے سے کچھ نام بھی سامنے آ رہے ہیں اویس احمد غنی کو ہٹانے کی بات کی جا رہی ہے اور انور سیف اللہ یا کسی اور کو لانے کی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صوبہ کے گورنر کو تبدیل ہونا چاہیے نیا گورنر آنا چاہئے؟

ج: میرے خیال میں اس منصب پر غیر سیاسی لوگوں کا ہونا بہتر ہے۔ بظاہر یہ اس کرپشن میں اور سیاست میں ملوث نہیں۔ سنجیدگی سے اپنے فرائض منصبی ادا کر رہا ہے اور آئیں گے تو وہ سیاسی لوگ ہوں گے اور لوٹ کھسوٹ میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

س: حج کرپشن کے حوالے سے جو اسکینڈل سامنے آیا اُس کا حقیقی ذمہ دار، اعظم سواتی صاحب کہہ رہے ہیں کہ حامد سعید کاظمی تھے۔ حامد سعید کاظمی کہتے ہیں۔ کہ اعظم سواتی اس میں کرپشن کرتے رہے آپ کیا سمجھتے کہ حج سکینڈل پہلی بار آیا۔ اس سے پہلے اس کی اور آپ کی پارٹی کے پاس بھی اس کی چیئر مین شپ رہی ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس کے ذمہ دار کون ہیں کہ حج میں یہ مسائل سامنے آئے۔

ج: ذمہ دار پوری وزارت مذہبی امور ہے اگر ان پر کنٹرول نہیں ہے وزیر اعظم کا تو اصل ذمہ دار تو وزیر اعظم اور صدر زرداری خود ہیں۔ ان لوگوں کے کارندے ہیں ان لوگوں کے قرب میں رہنے والے لوگ ہیں۔ وہ بھی اس گنگا میں ہاتھ گندے کیے ہوئے ہیں۔

لوٹ کھسوٹ میں سب شریک ہیں۔اور جب کسی وزیر کو اندازہ ہو جائے کہ وزیر اعظم اور اس کے لوگ بھی اس لوٹ کھسوٹ میں دلچسپی لے رہے ہیں اور صدر بھی تو پھر وزیر کونسا فرشتہ ہوگا۔میرے خیال میں اس معاملے کا پورا صحیح تجزیہ ہونا چاہیے اور تدارک ہونا چاہیے اور سپریم کوٹ میں کیس کیا ہے تو خدا کرے سپریم کورٹ اس میں مضبوط قدم اُٹھائے اور فیصلہ کرے کم از کم اللہ کے گھر کے ساتھ یہ زیادتی' یہ ظلم۔ اللہ کے مہمانوں کے ساتھ نہ ہو۔

س: اچھا مولانا صاحب اب کون ہے جو مذہبی طاقتوں کو توتوں کو مجاہدین کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرائے گا جب کہ آپ بھی مایوس ہیں۔آپ بھی ماضی میں گول میز کانفرنس کرتے رہے ان کو بٹھاتے رہے اب آپ بھی بٹھانا نہیں چاہتے۔مولانا شاہ احمد نورانی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو کیا صورت ہوگی اس کی۔

ج: میں نے پہلے بھی اس پر بات کر لی۔پہلے اس کے لیے زمین تیار کی جائے کچھ تحفظات ہوں کچھ ضمانتیں ہوں۔کچھ گارنٹیاں ہوں کہ وہ اتحاد اقتدار کے لئے نہ ہو۔میرے تو تقریباً ۲۰۔۲۵ سال اس کام میں گزر رہے ہیں۔متحدہ شریعت محاذ، متحدہ علماء کونسل پھر متحدہ دینی محاذ پھر پاک افغان ڈیفنس ریفرنس کونسل۔پھر ملی یکجہتی کونسل یہ سب میری جدوجہد تھی' میرے پاس وسائل بھی نہیں تھے' اپنے محدود وسائل استعمال کر کے میں نے خدا کے لیے ان کے سامنے جھولی پھیلائی کہ اکھٹے ہو کر بیٹھ جاؤ۔نتیجہ ہمیں بہتر نظر نہیں آیا۔جب انسان دیکھتا ہے کہ کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔کون مشقت میں اپنے آپ کو اور جان جوکھوں میں ڈالے گا۔

س: مولانا صاحب یہ بتایئے گا کہ غیر ملکی طلباء آتے رہے اور پاکستان کے مدارس میں مستفید ہوتے رہے اب ان پر پھر پابندی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ پابندی ہونی چاہیے یا اس کو ہٹایا جائے تو کیا صورت ہو۔

ج: یہ پابندی کافر لگاتا ہے امریکہ لگوا رہا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ باہر ممالک سے پاکستان آ کر دینی لوگ تعلیم حاصل کرتے رہیں۔ اگر کوئی یہاں کالج یا یونیورسٹیوں میں آ رہا ہے تو آ سکتا ہے اور آ رہے ہیں کسی پر بھی پابندی نہیں' ہمارے مدارس سے باہر افغانستان کے لوگوں کا بازار لگا ہوا ہے دارالعلوم حقانیہ سے باہر ریڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ہزاروں افغانی ہیں اور ان میں ہر قسم کے لوگ ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں کوئی رکاوٹ نہیں۔وہاں سے کوئی بچہ ایک دو قدم آگے مسجد یا مدرسہ میں بیٹھ کر سیپارہ کھولے تو وہ مجرم ہے۔پھر وہ ڈاکو بھی ہے اور دہشت گرد بھی ہے۔کیونکہ امریکہ چاہتا ہے کہ سارے راستے روکے' دینی تعلیم پڑھنے کے۔تو ہم نے پرویز مشرف سے بھی یہ کہا تھا کہ خدا کے لیے پابندی مت لگاؤ۔اگر ہمارے لوگ کیمرج اور آکسفورڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جا سکتے ہیں تو وہاں سے ایک بچہ افریقہ سے یورپ سے دین سیکھنے کے لیے کیوں نہیں آ سکتا۔تو یہ وہی امریکی غلبے والی بات ہے کہ وہ پابندیاں لگا رہے ہیں۔ہمارے ہاں سو ڈیڑھ سو بچے آ گئے تھے سنٹرل ایشیا سے نوجوان اور ان سے درس و تدریس کا کام شروع ہو گیا کئی حافظ ہو گئے، تین سالوں میں علم حاصل کیا تو یک دم امریکہ کی پابندی سے سارا سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔آپ حیران ہوں گے کہ بھارت نے اس سے فائدہ اُٹھایا بھارت نے اعلان کیا کہ میرے ملک میں دینی مدارس کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔یہاں تک کہا گیا کہ بھارت کے لیے ویزے کی ضرورت نہیں ہم ایئر پورٹ پر آپ کے لیے ویزہ لگا لیں گے۔اب ساری دنیا افریقہ سے دینی تعلیم سیکھنے کے لیے ہندوستان جا رہی ہے' اور بھارت کو مفت میں بیرونی دنیا میں مسلمان سفیر مل رہے ہیں جبکہ یہاں پڑھنے والا ہر مسلمان بچہ پاکستان کا سفیر بن کر جاتا ہے تو یہ بڑا ظلم ہے اپنے ملک کے ساتھ اگر یہ ملک آزاد ہوتا تو ایسی باتیں نہ ہوتیں۔ بہت شکریہ

اولیاء اللہ کا خوف

ملا جیونؒ جو سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاد ہیں' ان کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ شہزادے کو فکر ہوئی کہ میں ریشم کا لباس پہنوں۔ یاد رکھو! کہ جو چیز مردوں پر حرام کی گئی ہے وہ چیز چھوٹے بچوں کے لئے بھی حرام ہے اور جو چیز عورتوں کے لئے ناجائز ہے وہ چھوٹی بچیوں کے لئے بھی ناجائز ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچے ہیں ان کو کیا؟ چلو تماشا دکھلاؤ' ان کو ریشمی لباس پہنادو۔ اور یہ نہیں جانتے کہ وہ تو بچے ہیں نابالغ ہیں ان کو گناہ نہ ہو' نہ سہی لیکن آپ تو مکلف ہیں' آپ مجرم بن رہے ہیں' خالص ریشم بچوں کے لئے بھی حرام ہے اور مردوں کے لئے بھی حرام ہے' دنیا میں جو خالص ریشم پہنے گا اس کو جنت میں ریشم کا لباس نہیں ملے گا' یہاں پہنتے ہو تو پہن لو وہاں محروم ہو جاؤ گے۔ بہرکیف شہزادے کو ریشمی کپڑا پہننے کا خیال پیدا ہوا تو دربار میں جو مولوی لوگ ملازم تھے ان سے شہزادے نے جواز کا فتویٰ چاہا تو ان لوگوں نے کہہ دیا۔ ہاں! بادشاہ کے لئے جائز ہے پہن سکتے ہیں' اور ادھر ادھر کر کے بات بنادی مگر شہزادے نے کہا کہ جب تک ملا جیونؒ اس فتوے پر دستخط نہیں کریں گے میں ریشم استعمال نہیں کروں گا۔

ملا جیونؒ کے پاس جب فتویٰ کو لے گئے تو انہوں نے کہہ دیا ''مفتی و مستفتی ہر دو کافر اند'' فتویٰ دینے والا اور فتویٰ پوچھنے والے دونوں مجرم ہیں' اور دونوں کافر ہو گئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جس چیز کو حرام فرما دیں اس کو حلال قرار دینا صریح جرم ہے اور کھلا ہوا کفر ہے۔ اب کیا تھا لوگوں نے جا کر دربار میں شکایت پہنچادی کہ ملا جیونؒ نے تو ایسی سخت بات کہہ دی۔ بس کیا تھا جلاد مقرر کردیئے گئے اور بادشاہ نے حکم دے دیا کہ ملا جیون کا سر قلم کرلیا جائے۔

اب ذرا علماء ربانی کا حال سنئے۔ یہاں تو جلاد تعینات کردیئے گئے۔ اور وہاں ملا جیونؒ سے لوگوں نے جا کر کہا کہ حضرت آپکے قتل کیلئے جلاد مقرر کردیئے گئے' انہوں نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ کیا یہی جرم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کردی اور آپکی حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دینے سے منع کردیا؟ اچھا تو لاؤ میں بھی وضو کر کے تیار ہو جاؤں اسلئے کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے انکو بھی جوش آ گیا کہ میں بھی ایمانی ہتھیار سے تیار ہو جاؤں اور اسی کیفیت میں وضو کرنا شروع کردیا۔ لوگ دوڑے ہوئے دربار میں پہنچے اور کہا کہ ملا جیون کو جوش آ گیا اور آپکے مقابلہ کیلئے وضو کر کے تیار ہو رہے ہیں' اب خیر نہیں ہے۔ یہ سن کر بادشاہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور آ کر معذرت کی ___ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کیوں ڈر گیا؟ وہ سمجھ گیا کہ ملا جیون اللہ کے ولی ہیں' ان کی خفگی میں ہماری خیر نہیں' کیونکہ اللہ کے ولیوں کو جو ستاتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اس سے خود انتقام لیں گے۔ حدیث قدسی ہے: من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب یعنی جو میرے ولی سے عداوت رکھے اس سے میں اعلانِ جنگ کرتا ہوں' وہ مجھ سے لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔ عالم ربانی کا یہی مقام ہے کہ اس کی زبان پر ہمیشہ قول حق ہی رہتا ہے۔

قول جو حق تھا وہی لب پر رہا　　حلق میرا گو تہ خنجر رہا　　(بشکریہ تعمیر حیات)

افکار و تاثرات بنام مدیر الحق

پروفیسر حمد اللہ قریشی

اصل توہین رسالت کرنے والے علمی افلاس کا مظاہرہ یا ناپاک جسارت

بدقسمتی سے اسلام کے بڑے بڑے دقیق اور اہم مسائل پر وہ لوگ بھی خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں، جو قرآن وحدیث کا سرسری علم بھی نہیں رکھتے، پھر بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ مختلف اخبارات کے مدیر سوچے سمجھے بغیر اس قسم کے لوگوں کے مضامین شائع کرتے رہتے ہیں، جو قارئین کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں، 20 جنوری بروز جمعرات روزنامہ ایکسپریس پشاور نے یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب میں آرٹس اور سوشل سائنسز کی فیکلٹی کے ڈین کا ایک مضمون بعنوان اصل توہین رسالت کرنے والے شائع کیا ہے، جس میں انہوں نے قرآن کریم کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کے لئے کوئی سزا نہیں۔ قبل اس سے کہ ڈین صاحب کے چند نکات کا مختصر جواب دیا جائے قارئین ڈین صاحب کے علمی افلاس کا تماشا بھی دیکھ لیں۔ زیر نظر مضمون میں ڈین صاحب نے دو بار قرآن کی ایک آیت لکھی ہے اور دونوں مرتبہ غلط لکھی ہے ''راعنا'' کی جگہ ''راٰینا'' لکھا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ڈین صاحب نے تلاوت کو اپنی عادت نہیں بنائی ہے، بنا ترجمہ کے زور سے قرآن سے اپنے مطلب کی آیتیں نکالنے مین مہارت حاصل کی ہے۔ آیات کریمہ کے حوالہ جات میں ایک حوالہ 58 : 57 کا دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ 57 نمبر سورہ کے 58 نمبر ایت میں یہ بات موجود ہے مزے کی بات یہ ہے کہ جب ہم نے 57 نمبر سورۃ دیکھ لی تو اس میں 58 نمبر آیت ملی ہی نہیں، ہم نے کہا شائد ترتیب الٹ گئی ہو لیکن 58 نمبر سورہ میں 57 نمبر آیت بھی نظر نہ آئی۔ اس کے علاوہ ترجمہ کو نقل کرنے میں بھی فاش غلطیاں کی ہیں۔ ڈین صاحب رقمطراز ہے ''اگر اسلام میں توہین کی کوئی سزا ہوتی تو اس کا لازمی طور پر قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ ذکر ہوتا بالخصوص ان اقتباسات میں جہاں اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے دوران کیا گیا ہے''۔

آگے لکھتے ہیں ''اس باب میں تیسرے اقتباس کا عنوان ''منافقین'' ہے...... منافقین کہتے ہیں جب ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو معززین ادنی لوگوں کو نکال باہر کریں گے''۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''بیشک جو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے کہا وہ صریح توہین رسالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام نے صرف ان کی اس توہین آمیزی کے جواب میں حق اور سچ کو واضح کیا''۔ آگے لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی بعد ازاں مدینہ میں طبعی موت مرا۔ وہ

اس شہر میں قیام پذیر رہا جس پر رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی تھی۔ اس کو موت کی سزا نہ دی گئی اور نہ ہی اس کو یا اس کے پیرو کاروں کو توہین رسالت پر کسی اور تعزیر کا سزاوار ٹھہرایا گیا۔ مزید لکھتے ہیں قرآن پاک کے مطابق صرف دو اقسام کے مجرموں کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ وہ جو قتل عمد کے مرتکب ہوں یا وہ جو معاشرہ میں فساد پھیلائیں۔ فساد کی تشریح کرتے ہوئے ڈین صاحب لکھتے ہیں۔ ''بے شک کوئی کہہ سکتا ہے کہ توہین رسالت بھی تو دنیا میں فساد پھیلانے کی ایک قسم ہے لیکن یہ توجیہہ اس اعتبار سے قابل قبول نہیں کیونکہ فساد پھیلانے کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔'' وہ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں بے شک انبیاء کے خلاف ہتک آمیز ریمارکس کا استعمال ایک جرم تو ہے لیکن ایسا کرنے والا نہ تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے اور نہ ہی دنیا میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈین صاحب صاف الفاظ میں لکھتے کہ وہ منکر حدیث ہے تو کم از کم یہ اس کی جرأت کا ثبوت ہوتا۔ جہاں تک قرآن کریم مین سزاؤں کے تعین کا ذکر ہے تو بہت ساری سزائیں احادیث میں مذکور ہیں جبکہ قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ مرتد کا ذکر قرآن کریم میں ہے لیکن دنیاوی سزا کا ذکر نہیں اس طرح رجم کی سزا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مرتد کے لئے قتل اور زانی کے لئے رجم کی سزا مقرر کی ہے۔ بالکل اسی طرح توہین رسالت کے مرتکبین کو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں سزائے موت دی گئی ہے۔ کعب بن اشرف اور ابورافع کو قتل کرنے کا حکم آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس دیا تھا (بخاری کتاب المغازی) ایک عورت کو اس کے شوہر نے قتل کیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کا خون باطل کیا تھا (ابوداؤد۔ کتاب الحدود، نسائی کتاب الحدود)

رہے عبداللہ بن ابی منافق کا قتل تو حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ آپ ﷺ نے عمر فاروقؓ کو اجازت نہ دینے کی وجہ یہ بتادی کہ ناواقف لوگ سمجھیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اور یوں وہ اسلام میں داخل ہونے سے خوف کھائیں گے تاہم اس توہین کے بعد اللہ تعالیٰ نے چند ہی روز میں اس کو طبعی موت سے ہمکنار کردیا۔ ڈین صاحب اگر احادیث کی اہمیت کے قائل نہیں ہے تو یہ اس کی ذاتی رائے ہوگی لیکن مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش ایک گھناؤنا جرم ہے۔ اخبارات کے ایڈیٹرز کا بھی فرض ہے کہ وہ آنکھیں بند کرکے شرانگیز مضامین شائع نہ کریں۔

وضاحت:

قارئین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ گزشتہ شمارہ دسمبر 2010 کا نمبر ٹائٹل پر غلطی سے 545 لکھا گیا تھا جبکہ صحیح نمبر 544 تھا اس کو اپنے ریکارڈ کیلئے درست فرمالیجئے ____ (ادارہ)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے سلسلے میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی سرگرمی:

تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں ترامیم کی حکومتی ارادوں کے خلاف ملک بھر میں مسلمانوں میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔اس ضمن میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے قومی پریس اور اجتماعات کے ذریعہ شدومد سے احتجاج کا سلسلہ جاری رکھا' اسی سلسلے میں آپ گزشتہ دنوں لاہور کے بڑے جلسہ عام میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں پر عظیم الشان مجمع سے اہم خطاب فرمایا۔اور ناموس رسالت کے مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور حکمرانوں کی ناکام مغرب پرست پالیسیوں کی کھل کر مخالفت کی۔اس موقع پر جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کی تعزیت کے سلسلے میں آپ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے اور وہاں کے اکابرین اور خصوصاً حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ اور حضرت مرحوم کے صاحبزادوں اور بھتیجوں اور ادارہ کے اساتذہ و مشائخ سے تعزیت کی۔اس موقع پر وہاں ایک اہم تقریب کی صدارت بھی آپ نے فرمائی۔اور مختصر خطاب بھی فرمایا۔

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا فضل مولیٰؒ کی وفات:

گزشتہ ہفتے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ہری پور تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت مولانا فضل مولا حقانی کی تعزیت کی۔آپ دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل جید عالم دین تھے۔اور جمعیۃ علماء اسلام کے ضلع ہری پور کے امیر تھے۔عمر بھر قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور جمعیت علماء اسلام (س) سے وابستہ رہے۔مولانا مدظلہ نے ان کے صاحبزادگان مولانا شمس الاسلام' مولانا امداداللہ حقانی اور مولانا حافظ ولی محمد سے اس موقع پر تعزیت کی۔اور جامع مسجد میں خطاب بھی فرمایا بعد میں دارالعلوم میں بھی آپ کے رفع درجات کیلئے خصوصی دعائیں کی گئیں۔

بی بی سی کے صحافیوں کی دارالعلوم آمد: موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں بی بی سی کے صحافی گزشتہ دنوں دارالعلوم تشریف لائے۔انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا اور یہاں پر درس وتدریس اور تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا اور خصوصاً یہاں کے پُرامن تعلیمی ماحول سے بڑے متاثر ہوئے' بعد میں انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے مختلف ملکی اور عالمی حالات وموضوعات پر تفصیلی انٹرویو بی بی سی ریڈیو کے لئے کیا۔ اسی طرح ناروے سے آئے ہوئے پی ایچ ڈی کے طالب علم نے بھی حضرت مولانا مدظلہ سے موجودہ صورتحال پر خصوصی انٹرویو ریکارڈ کیا۔اور کئی اہم علمی مسائل وموضوعات پر اپنے مقالہ کے لئے استفادہ کیا۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

تاثرات: از حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

کتاب: **الجہد النجیع لحل معانی مشکوٰۃ المصابیح (جلد اول)**

مؤلف: شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ

مشکوٰۃ شریف کو کتب احادیث میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ابتدائے عہد سے لے کر آج تک اس کا مقبول ومتداول رہنا مصنف کتاب علامہ خطیب تبریزی کی حسن اخلاص پر ایک بین دلیل ہے۔صحاح ستہ اور علم حدیث کی بے شمار دیگر کتابوں کی موجودگی میں مشکوٰۃ کی افادیت اور چاشنی ابھی تک ماند نہیں پڑی۔اور وہ عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے اور برصغیر پاک وہند کے مدارس اور نصاب تعلیم میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اور یہ ایک ایسی عجیب کتاب ہے کہ ہر موضوع کے احادیث اس میں مندرج ہیں۔شروع ہی سے اس پر عربی' اردو کی شروحات لکھی جاچکی ہیں' علامہ عینیؒ کی مرقات المفاتیح' علامہ طیبیؒ کی شرح اور محدث دہلویؒ کی اشعۃ للمعات قابل ذکر ہیں' دارالعلوم حقانیہ کی مقبولیت ورفعت شان کی ایک وجہ قابل اور مخلص اکابر اساتذہ کا وجود مسعود ہے چونکہ اس عظیم ادارے کی بنیاد اخلاص وتقویٰ پر رکھی گئی تھی۔أسست علی التقویٰ من اول یوم احق أن تقوم فیه ___ شیخی والدی المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے اخلاص' شبانہ روز پرسوز دعائیں اور اکابرین علماء دیوبند کی خصوصی توجہات کی بدولت یہ عظیم ادارہ آج ایک تناور درخت کی شکل میں پورے عالم پر سایہ فگن ہے اور ایک عالم نصف صدی سے اس چشمہ سے سیرابی حاصل کررہا ہے۔جامعہ حقانیہ کے اس عروج وترقی میں ہمارے جامعہ کے اساتذہ برابر کے شریک ہیں' انکی قابلیت اور اخلاص نے اس کو اوج ثریا پر پہنچایا ہے۔___ اکابر اساتذہ کی سنہری کڑی کا ایک گل سرسبد شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب ہیں' آپ کی مدت تدریس کا زیادہ عرصہ (تیس سال) یہاں گزرا ہے' آپ کی علوم عقلیہ ونقلیہ پر دسترس خواص وعوام میں مسلّم ہے۔فنون کی مشکل کتابوں کی تدریس کے بعد آپ ؛احادیث کی کتابوں میں بھی آپ کا انداز درس نہایت جامع اور تحقیقی ہے۔چونکہ آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں مارتونگ کے ایک ایسے بحر ذخار سے خوشہ چینی کی ہے جو علوم وفنون میں ایک مسلمہ حیثیت رکھتے تھے۔اور عالم نہیں بلکہ سرچشمہ علم تھے'ان کی صحبت میں طویل عرصہ رہ کر آپ استاد کے عکس جمیل بن چکے تھے۔___ حضرت العلامہ مولانا فضل مولیٰ جو خود بھی بڑے پائے کے جامع المعقول والمنقول تھے اور انہی کے ہم وطن تھے' اور دارالعلوم حقانیہ میں طویل عرصہ تک فنون واحادیث کی کتابیں پڑھاچکے تھے' کے جانے کے بعد 1982ء سے مشکوٰۃ شریف آپ پڑھارہے ہیں۔قابلیت اور طویل زمانہ تدریس کی وجہ سے آپکے مشکوٰۃ شریف کے درس کی ایک نرالی شان ہے' تحقیق کے نت نئے طریقوں سے

آپ ہر حدیث کے مغلق عقدے حل کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے انتہائی قابل فخر بات ہے کہ حضرت کے صاحبزادوں مولانا فضل غفور حقانی' خطیب جامع مسجد پشاور یونیورسٹی' مولانا محمود الحسن حقانی' مدرس ویسہ اٹک' مولانا منصور اللہ حقانی شریک دورہ حدیث دار العلوم حقانیہ جو دار العلوم حقانیہ کے قابل فضلاء بھی ہیں نے حضرت کی ان تیس سالہ تدریسی نچوڑ کو انکے امالی شکل میں مرتب کر کے علماء وطلباء پر عظیم احسان کیا۔ میں نے جستہ جستہ مقامات سے دیکھا تو نہایت خوشی ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادوں کو ان کی مزید علمی افادات منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

نام کتاب: علماء مظاهر العلوم سهارنبور و انجازاتهم العلميه و التاليفية (۳ جلد)

ضخامت ۱۰۰۰ صفحات ۔ مصنف: سید محمد شاہد سہارنپوری ناشر: مکتبہ یادگار شیخ محلہ مبارک وشاہ سہارنپور (یوپی ہند)

دار العلوم دیوبند اور جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کو برصغیر پاک و ہند میں اپنی دینی' علمی' عملی' سیاسی' جہادی' تصنیفی تحقیقی اور روحانی خدمات کی بناء پر بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے' ان دونوں اداروں سے ہماری دینی تاریخ کا ایک روشن باب وابستہ ہے۔ ان اداروں کا فیض صرف برصغیر تک نہیں بلکہ دنیا کے مختلف اطراف و اکناف میں پھیلا ہوا ہے۔ دار العلوم دیوبند پر اپنی سیاسی اور جہادی شہرت کی وجہ سے بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جائے گا لیکن مظاہر علوم اور ان کے علماء کرام کے علمی کارناموں' جذبوں اور ولولوں سے لبریز تاریخ اس دور کے مورخ پر قرض تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مظاہر علوم کے نامور علمی و روحانی فرزند شیخ الحدیث مولانا زکریا کے لائق نواسے اور علمی جانشین جناب مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کو جنہوں نے انتہائی محنت' جانفشانی عرقریزی ژرف بینی سے علماء مظاہر العلوم کے علمی اور تصنیفی کارنامے جیسی مکمل اور مفصل کتاب لکھ ڈالی' یقیناً وہ اس عظیم کارنامے پر تمام اہل علم وفضل کی طرف سے تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب علماء مظاہر علوم سہارنبور وانجازاتھم العلمیہ والتالیفیہ فاضل مصنف کی اردو کتاب علماء مظاہر العلوم کے علمی اور تصنیفی کارنامے کا عربی ترجمہ ہے۔ جس سے نہ صرف برصغیر بلکہ عالم عرب بھی مستفید و مستفیض ہوگا۔ رئیس القلم مولانا سمیع الحق صاحب نے اس کتاب کو ایک تاریخی کارنامہ قرار دیا۔

زیر نظر کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مظاہر علوم کی تاسیس' اسباب' محرکات اور اس کی علمی' اصلاحی' ملکی اور بین الاقوامی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں علماء مظاہر العلوم کے علمی اور تصنیفی کارناموں کا تفصیلی ذکر ہے۔ تیسرے باب میں ان رسائل اور مجلات کا ذکر ہے' جو علماء مظاہر علوم نے بذات خود جاری کیے یا اُس کی ادارت سنبھالی۔ جس میں تقریباً ۸۲ بیاسی رسائل کا ذکر ہے جبکہ آخری باب چار فہرستوں پر مشتمل ہے' پہلے فہرست میں علوم وفنون کے اعتبار سے علماء مظاہر علوم کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ دوسرے فہرست میں صحاح ستہ' جلالین اور مشکوۃ شریف پر علماء مظاہر علوم کے تصنیفات' شروحات اور تعلیقات کا ذکر ہے۔ تیسرے فہرست میں علماء مظاہر کے ان کتابوں

کا تذکرہ ہے جو دیگر زبانوں (عربی، انگریزی وغیرہ) میں شائع ہوئیں ہیں، جبکہ آخری فہرست ان مآخذ و مراجع پر مشتمل ہے جس میں اس ضخیم کتاب کی تالیف و ترتیب میں استفادہ کیا گیا ہے۔ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب عمدہ کاغذ اور اپنی ظاہری و باطنی آرائش و زیبائش کی وجہ انتہائی جاذب نظر ہے اللہ تعالیٰ کتاب کے مصنف مولانا سید شاہد صاحب اور کتاب کے مترجم جناب ظہیر الہدیٰ قاسمی صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے۔

نام کتاب: محمد ﷺ قرآن کے آئینہ میں (مقام مصطفیٰ) تالیف: حافظ محمد بدر عالم صاحب

ضخامت: ۳۱۰ صفحات - قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ حمادیہ عقب جنرل بس سٹینڈ اٹک شہر

باعث تخلیق کائنات فخر موجودات سید الاولین والاخرین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ پر قدیماً وحدیثاً بلاشبہ دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں ہزاروں کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ اور یہ ایسا کیف آور روح پرور وجد آفرین اور دلربا موضوع ہے کہ اس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہوگا' بحمد للہ سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ آپ کے شمائل و خصائل کا کوئی بھی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے اور ہر پہلو سے آپ کی سیرت طیبہ پر کتابیں لکھیں اور یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری و ساری رہے گا۔ اگرچہ آپ کی سیرت مبارکہ کا احاطہ کرنا انسان کی بس کی بات نہیں۔ اسی وجہ سے مولانا جامی صاحبؒ فرماتے ہیں: لا یمکن الثنآ کما حقہ 'بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر یا بقول مرزا غالب: غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

زیر تبصرہ کتاب محمد ﷺ قرآن کے آئینہ میں بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک زرین کڑی ہے' جس میں سراپائے اقدس کا احاطہ قرآن کے آئینہ میں کیا گیا ہے۔ مؤلف کتاب مولانا بدر عالم نے انتہائی عرقریزی اور محنت سے یہ روح پرور کتاب ترتیب دی اور تفاسیر کے ہزاروں صفحات کھنگال کر امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم سوغات کا اہتمام کیا ہے' زبان و بیان کی چاشنی اور فصاحت و بلاغت سے مملو یہ کتاب ایک ایسا گوہر نایاب اور درّ یتیم ہے جس کا ہر سطر ایمان کو طروات اور بالیدگی بخشتا ہے' سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر جو محققانہ کتابیں آئی ہیں ان کتابوں میں یہ کتاب ایک بہترین اضافہ ہے' اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے' جنہوں نے ایسی محققانہ کتاب لکھ کر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور بعض اہل بدع نے حضور ﷺ کی ذات کے بارے میں جس بے جا غلو سے کام لیا ہے' اور انہوں نے اپنے باطل نظریات پر جو دلائل قرآن کریم سے پیش کئے ہیں ان کا بھی باحوالہ دندان شکن اور مسکت جواب دیا ہے' معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ظاہری اور صوری لحاظ سے بھی کتاب انتہائی دیدہ زیب ہے' بہترین اعلیٰ کاغذ دلکش کمپوزنگ اور مضبوط جلد بندی نے کتاب کی جاذبیت میں مزید اضافہ کیا ہے' اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے باعث تسکین روح ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ کتاب ایک ہی نشست میں پڑھنے کا متقاضی ہے۔ علم دوست طبقہ کے ساتھ عام اردو دان حضرات بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتاب: نقد فراہی مصنف: مولانا محمد رضی الاسلام ندوی ضخامت: ۲۱۲ صفحات

قیمت: ۱۰۰/- روپے ناشر: مکتبہ اسلام، نشیمن مارکیٹ میڈیکل کالج روڈ علی گڑھ (انڈیا)

مشہور مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی کے نام سے قرآن کی تفسیر کے حوالے سے علمی دنیا واقف ہے آپ نے اپنی زندگی قرآن کی تفسیر اور اسکے علوم کی ترویج کے لئے وقف کر رکھی تھی، اس بارے میں ان کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا، جس کی وجہ سے فکر فراہی کا ایک مستقل حلقہ پیدا ہوا۔ اسی حوالے سے اس حلقہ کی جداگانہ پہچان ہے۔

مولانا محمد رضی الاسلام ندوی نے آپ کی تمام تصنیفات سے خوب استفادہ کیا ہے، چنانچہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں، اسی زمانہ میں میرے بعض مضامین ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کے ترجمان سہ ماہی مجلہ تحقیقات اسلامی میں شائع ہوئے، ان مضامین کا مواد تمام تر مولانا فراہی کی تصانیف سے حاصل کیا گیا تھا۔ اسی دوران مجھے بعض ایسے مضامین لکھنے کی توفیق ہوئی جن میں بعض آراء پر نقد کیا گیا ہے۔

زیر نظر مجموعہ کا پہلا مقالہ سورۃ فیل پر ہے، اس مقالہ کی تالیف کا پس منظر فاضل مقالہ نگار نے یوں تحریر کیا ہے، مولانا شبیر احمد از ہر میرٹھی نے ایک مضمون تفسیر سورۃ فیل کے عنوان سے ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ اکتوبر نومبر ۱۹۸۵ء میں لکھا تھا، یہ ان کی زیر تالیف تفسیر مفتاح القرآن کا ایک حصہ تھا، اس میں انہوں نے مولانا فراہی کی تفسیر پر اعتراضات کئے تھے، اس کے رَد اور مولانا فراہی کے نقطہ نظر کی تائید ہے، ایک مضمون مولانا نسیم ظہیر اصلاحی نے لکھا، جو سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ اپریل جون ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ راقم سطور کا مضمون اصلاً برادرم نسیم ظہیر کے مضمون کے رو میں لکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی بنیاد مولانا فراہی کی تفسیر پر تھی، اس لئے راقم سطور نے اپنے رو میں مولانا فراہی اور ان کے شاگرد رشید مولانا احسن اصلاحی کی تفسیر کو بھی شامل کرلیا تھا۔ دوسرا مضمون مولانا فراہی اور تفسیری روایات، تیسرا مقالہ مولانا فراہی اور حدیث، چوتھے مقالہ میں حدیث کے موضوع پر مولانا فراہی کی ایک تصنیف احکام الاصول باحکام الرسول کا تعارف کیا گیا ہے۔ پانچواں مقالہ مناسک حج کی تاریخ کے عنوان سے ہے، اس میں مناسک حج کی تاریخ سے متعلق مولانا فراہی اور ان کے ہم خیال علامہ شبلی نعمانی علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا صدر الدین اصلاحی کی آراء پر نقد کیا گیا ہے ____ تنقید برائے تنقید کی کسی بھی موقع پر تحسین نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ہمیشہ مذموم خیال کیا جاتا ہے، لیکن تنقید برائے تعمیر واصلاح یہ مستحسن عمل ہے۔ اور اہل حق نے ہمیشہ اس قسم کی تنقید کا خیر مقدم کیا ہے، فاضل مؤلف کا یہ نقد بھی تنقید برائے تعمیر واصلاح کے قبیل سے ہے، بلاشبہ آپ نے اس میں انتہائی محنت اور عرقریزی سے کام لیا ہے، اور ہر مقالہ کے آخر میں اس کے ماخذ اور مراجع کا اشاریہ بھی دیا ہے، تحقیق وتنقید کے ذوق رکھنے والے حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے حظ وافر اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ان پر تحقیق اور اصول تحقیق کی نئی راہیں بھی کھل جائیں گی۔ کمپوزنگ اور کاغذ وطباعت انتہائی اعلیٰ اور معیاری ہیں۔

گلے میں ہو خراش، آئے ورم یا آواز بیٹھ جائے
ہمدرد
شربت
توت سیاہ
سردی آتے اور جاتے وقت گلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ایسے میں
گلے میں خراش، ورم آنے یا، آواز بیٹھ جانے
کی شکایات عام ہوتی ہیں۔ ہمدرد شربت توت سیاہ کی چند خوراکیں گلے کی
ان شکایات کا فوری خاتمہ کرتی ہیں۔ اب سردی آئے یا جائے۔ آپ
کے گلے کو کیا گلہ۔ کیونکہ آپ کو تو ہے ہمدرد شربت توت سیاہ ملا۔
بولو کھل کھلا کے!

عالمی سیرت کانفرنس

2011 اسلام آباد

بعنوان: تعلیمات نبوی ﷺ اور عصر حاضر

07-08-09 مارچ 2011ء / بمقام: میریٹ ہوٹل، اسلام آباد

دور حاضر میں امت مسلمہ مصائب و آلام کے جس گرداب میں پھنسی ہوئی ہے، اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ افراد امت انفرادی حیثیت سے بھی اور اجتماعی اعتبار سے بھی تعلیمات نبویؐ سے دور ہوتے جا رہے ہیں، آج ہمارے معاشرے میں ایک جانب غربت و افلاس اور بیروزگاری نے پنجے گاڑے ہوئے ہیں تو دوسری طرف قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد کے ذریعے املاک و جائیداد کی پامالی، خودکشیاں اور خودکش دھماکوں جیسے سنگین مسائل امت کو گھیرے ہوئے ہیں، مسائل و مصائب اور رنج و آلام کے اس بھنور سے نکلنے کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ جناب نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو جاننا، اس کی پیروی کرنا اور حکمت و فراست کو تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں حاصل کرنا ہے۔

تعلیمات نبوی ﷺ سے استفادہ یوں تو ہر دور اور ہر زمانہ میں ضروری رہا لیکن دور حاضر میں تعلیمات نبویؐ اور حکمت و فراست نبوت سے تعلق کی امت مسلمہ کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں جس قدر ضرورت ہے جسکی شدت کا احساس یقیناً ہر ذی علم اکابرین امت کو بخوبی ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم امت کو تعلیمات نبویؐ سے آگاہ کریں اور عہد حاضر کے گھمبیر مسائل کو حل کرنے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں امت کی رہنمائی کریں۔

اس عظیم مقصد کیلئے عالمی سیرت کانفرنس بعنوان: "تعلیمات نبویؐ اور عصر حاضر" کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ اس تین روزہ عالمی سیرت کانفرنس میں سعودی عرب، قطر، مصر، امریکہ، لندن، جنوبی افریقہ، فیجی آئی لینڈ، ملائیشیا، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور پاکستان کے اکابر علماء کرام، مذہبی اسکالرز اور دانشور شرکت کریں گے اور سیرت مطہرہ کے مختلف پہلوؤں پر گراں قدر مقالے پیش کریں گے۔

زیر انتظام

تنظیم صلاح المسلمین

ذیلی تنظیم

مجلس ضوء الاسلام پاکستان

جامعہ اسلامیہ کلفٹن بلاک 5 کراچی

Ph : 021-35873321 Fax: 021-35873324
Web site: www.seeratconference.com
Email: info@seeratconference.com

Regd.No. P-90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

خوشخبری

ماہنامہ ''الحق'' کا ۴۵ سالہ عظیم، تحقیقی اشاریہ (انڈکس)
چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے

ماہنامہ الحق کے ۴۵ سال میں شائع ہونے والے ۴۸۸ شماروں کے
۳۳۵۶۴ صفحات میں ۱۵۰۰ مصنفین کے ۹۰۰۰ مقالات و نگارشات
قرآن وحدیث، فقہ، سیرت وسوانح، شعروادب، تقابل ادیان
اقبالیات ودیگر موضوعات پر سینکڑوں مقالات وکتب سے آگہی
اور ۱۰۰۰ کے قریب کتابوں پر تبصروں کا ۳۲۵ موضوعات پر مشتمل اشاریہ

اشاریہ

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مرتب محمد شاہد حنیف

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

0923- 630435-630340